ابنِ صفی

جلد نمبر
34

# جاسوسی دنیا

100- دیو پیکر درندہ

101- ٹسڈل کی بیداری

102- خوفناک منصوبہ

جاسوسی دنیا نمبر 102

# خوفناک منصوبہ

(مکمل حصہ)

# پیش رس

جاسوسی دنیا کا ایک سو دوسرا ناول ''خوفناک منصوبہ'' ملاحظہ فرمایئے۔ ''باعث تاخیر'' جو کچھ بھی تھا اُس سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا بس تاخیر ہوگئی اور آپ تو میری اس ''عادت'' کے عادی ہوگئے ہیں۔

''خوفناک منصوبہ'' جاسوسی دنیا کے سلسلے میں ایک نیا تجربہ ہے۔ اس سے پہلے ہر باب کا ایک عنوان ہوا کرتا تھا لیکن اس بار عمران سیریز کے ناولوں کی طرح یہ ناول بھی بغیر عنوانات کے ابواب پر مشتمل ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ اس طرح کہانی کا تسلسل کچھ اور اُبھر آیا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

پچھلی بار صرف گرانی کا رونا رونے کے بعد کتاب کی قیمت بڑھانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن فیصلہ نہیں کرسکا تھا کہ قیمت بڑھائی جائے یا نہ بڑھائی جائے۔ پھر اچانک یکم جولائی سے محصول ڈاک میں بھی پچاس فیصد کا اضافہ ہوگیا۔ لہٰذا اب فی کتاب پچیس پیسے کا اضافہ قبول فرمایئے۔

اس بار تبصرے کے لئے بے شمار خطوط میری میز پر موجود ہیں۔ ان میں زیادہ تر نصیحت نامے ہیں۔ یا پھر کچھ اس قسم کے کہ ___ آپ کا نوٹس ملا یہ روز روز قیمت بڑھا دینے کی دھمکی کیوں؟ ارے بڑھا بھی چکئے کسی صورت۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کتاب ہر ماہ پابندی سے آنی چاہئے۔

ایک صاحب نے میری ایک بہت بڑی غلطی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مجھے خود بھی اُس غلطی کا احساس تھا لیکن یہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اس پر دھیان دیا۔ بہر حال مجھے اپنی غلطی تسلیم۔

فریدی کے والد صاحب کا نام نواب عزیز الدین خاں تھا۔ اگر ''فریدی اور لیونارڈ'' میں نواب عابد علی خاں درج ہے تو براہِ کرم اُسے قلمزد کر کے عزیز الدین خاں ہی لکھ دیجئے۔ نواب عابد علی خاں تو فریدی کے تایا زاد ماموں کے بھتیجے تھے۔ تھے کیا..... اب بھی ہیں۔ پاپوش نگر میں رہتے ہیں۔ پاپوش نگر کراچی کی ایک بستی ہے۔ سنا ہے اب اُس کا نام بھی بدل کر الطاف نگر کر دیا گیا ہے۔

ابنِ صفی

۱۳/ جولائی ۱۹۶۸

وہ بہ آہستگی ایک ایک زینہ طے کر کے اوپری منزل کی طرف جا رہا تھا۔ سرتا پا سیاہ پوش..... چہرے پر بھی سیاہ غلاف چڑھا ہوا تھا جس میں صرف آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔

ہر چند کہ آشا بلڈنگ کے زینے اس وقت سنسان پڑے تھے لیکن پھر بھی اُس کا اطمینان قابل داد تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اس ہیئت کذائی میں اپنے دیکھ لئے جانے کا خدشہ ہی نہ ہو۔

اس وقت اگر اچانک زینے پر کوئی تنہا آدمی اُسے دیکھ لیتا تو چیخ چیخ کر پوری عمارت سر پر اٹھا لیتا۔ وہ طویل قامت اور چوڑے شانوں والا تھا۔ زینے طے کرنے کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پوری قوت سے زمین پر پیر رکھنے کا عادی ہو۔

اوپری منزل کی راہداری بھی سنسان پڑی تھی۔ وہ ایک فلیٹ کے سامنے رکا۔ چند لمحے

بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر راہداری کی روشنی کا سوئچ آف کر دیا۔

پوری راہداری تاریکی میں ڈوب گئی تھی۔

فلیٹ کے دروازے کے قریب پہنچ کر قفل کے سوراخ کو انگلی سے ٹٹولتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اُس میں ایک کنجی لگائی۔ قفل بہ آسانی کھل گیا۔

ہینڈل گھما کر دروازے کو بہ آہستگی کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

اب وہ دروازہ بند کر کے اُسے اندر سے مقفل کر رہا تھا۔

کمرے میں گہری تاریکی تھی۔ چند لمحے وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا پھر جیب سے ٹارچ نکالی۔ روشنی کا دائرہ دوسرے دروازے پر پڑا۔ یہ بھی بند تھا۔

سیاہ پوش نے دوسری کنجی نکالی۔ وہ دروازہ بھی کھلا اور تاریکی میں گہری سبز روشنی کا مستطیل کچھ عجیب سا تاثر پیش کرنے لگا۔

یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ وہ اندر داخل ہوا بائیں جانب مسہری پر ایک دیو قامت آدمی سو رہا تھا۔ سیاہ پوش وہیں رک گیا اور اس دیو قامت سونے والے کو گھورتا رہا۔

خود اُس کا وجود اُسکے سامنے صفر ہو کر رہ گیا تھا۔ محاورۃً گویا اونٹ پہاڑ کے مقابل آیا تھا۔

اب وہ پستول کو بائیں ہاتھ میں سنبھال کر داہنی جیب سے چمڑے کا چابک نکالنے لگا جو گولے کی شکل میں لپٹا ہوا تھا۔

''شائیں۔'' اُس نے چابک سے دیو قامت آدمی پر وار کیا اور وہ پہلی ہی ضرب پر دھاڑتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

''ہوش میں آؤ۔'' سیاہ پوش غرایا۔

اور پھر ایسا معلوم ہوا جیسے وہ دیو قامت سچ مچ ہوش میں آ گیا ہو۔

پھاڑ کھانے کا سا انداز رکھنے والی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔

''کک..... کیا بات ہے۔ بب باس.....!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں ہکلایا۔ اس کی نظر چابک کی بجائے پستول پر جمی ہوئی تھی۔

''تیرے لئے ایک کام ہے۔'' سیاہ پوش نے سرد لہجے میں کہا۔

''کک.....کام.....!'' وہ سر سے پیر تک کانپ گیا۔

''کیوں کیا بات ہے۔تو کانپ رہا ہے۔''

''انجکشن باس.....وہ انجکشن ہی سب سے بڑا کام ہے۔ میں بے موت مرجاتا ہوں۔ مجھ سے کہو میں کسی ریلوے انجن سے ٹکر لے لوں۔لیکن وہ انجکشن.....!''

''ہاں.....وہ انجکشن ضروری ہے۔''

''میں جان کنی میں مبتلا ہوجاتا ہوں باس۔رگیں کھینچتی ہیں۔ ہڈیاں چٹختی ہیں جسم کا ریشہ ریشہ پھوڑا بن جاتا ہے۔''

''تو انکار کررہا ہے؟'' دفعتاً سیاہ پوش کی آواز بلند ہوگئی۔

''نن نہیں تو باس.....میں نمک حرام نہیں ہوں۔اس پہاڑ سے جسم کے لئے تم ہی تو غذا مہیا کرتے ہو۔''

''تو پھر تیار ہوجا۔''

''ذرا مجھے ایک گلاس ٹھنڈا پانی پی لینے دو باس۔ کیونکہ میں جہنم میں چھلانگ لگانے جارہا ہوں۔میرے خدا.....وہ انجکشن.....!''

''لیکن تو یہ نہیں دیکھتا کہ اسکے بعد ایک بلڈ ہاؤنڈ سے بھی زیادہ ذکی الحس ہوجاتا ہے۔''

''بعد کی باتیں ہیں باس.....پہلے تو.....!''

''بس اب خاموش رہ۔'' سیاہ پوش کی آواز پھر بلند ہوگئی۔''میں بہت جلد اس میں ایسی تبدیلیاں کرنے والا ہوں کہ یہ اتنا تکلیف دہ نہ رہ جائے گا۔''

''مگر.....ابھی تو.....!''

''شٹ اپ.....اٹھو اور وہاں چلو جہاں سے تمہیں پانی پینا ہے۔''

دیو قامت آدمی کراہتا ہوا اٹھا۔سیاہ پوش ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

لیکن پستول کا رخ دیو قامت ہی کی طرف رہا اور اس کی خوفزدہ آنکھیں بھی پستول ہی پر

جمی ہوئی تھیں۔

اُس نے بائیں جانب والا دروازہ کھولا۔ سیاہ پوش اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

ڈرائینگ روم کے ایک گوشے میں ریفریجریٹر دکھائی دیا۔ دیو قامت آدمی نے اُس میں سے پانی کی بوتل نکال کر ہونٹوں سے لگائی۔

بڑے بڑے گھونٹوں کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔ بوتل خالی کر کے فریج پر رکھتے ہوئے اس نے قمیض کی آستین سے ہونٹ خشک کئے اور سیاہ پوش کی طرف مڑا۔

''باس.....!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''کتنی خواہش ہے کہ کبھی میرا ہاتھ تمہاری گردن تک بھی پہنچ سکے۔''

''میرے لئے بھی وہ دن دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔'' سیاہ پوش کا لہجہ سرد تھا۔

''ہوں.....!'' دیو پیکر آدمی کی غراہٹ سے کمرہ گونج اٹھا۔ پھر اس کے بھاری جبڑے لٹک گئے۔ دہانہ کسی قدر کھلا اور ایک پل کے لئے دانتوں کی بہیمانہ چمک دکھائی دی۔

''خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔'' سیاہ پوش نے پستول کی نال سے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

اس پر دیو قامت آدمی اس طرح چونکا تھا جیسے اس دوران میں وہ پستول اُس کے ذہن سے محو ہو گیا ہو۔ آنکھوں میں خوفزدگی کے آثار پھر نظر آنے لگے۔

وہ چپ چاپ اُس کرسی پر جا بیٹھا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ لیکن چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اُس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

سیاہ پوش نے جیب سے ایک پیکٹ نکالا اور اُسے میز پر رکھ کر کئی قدم پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

''لوڈیڈ سیرنج اس میں موجود ہے۔''

''مم.....مگر باس۔''

''بکو جلدی سے.....میرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''مم.....میں سارا سامان..... یہاں سے ہٹا دوں۔ پچھلی بار میری پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔''

''ہوں.....اچھا.....اجازت ہے۔ لیکن میں اس کے لئے دس منٹ سے زیادہ نہیں

دے سکتا۔ پانچ منٹ میں سامان ہٹاؤ اور پانچ منٹ کے دوران خون کو دوبارہ معمول پر لانے کے لئے کافی ہوں گے۔ بس اب جلدی کرو۔''

سیاہ پوش دروازہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گیا اور دیو قامت نے اس کمرے کا فرنیچر دوسرے کمرے میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ وہ بہت بھاری بھرکم تھا لیکن حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اس نے سارا کام صرف تین منٹ میں نپٹا دیا۔

''اسے بھی ہٹاؤ گے۔'' سیاہ پوش نے فریج کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''نہیں۔'' دیو پیکر آدمی نے سختی سے کہا۔ اُس کے چہرے پر پھر جھلاہٹ کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

''اچھا تو سرنج اٹھاؤ۔'' سیاہ پوش نے پستول والے ہاتھ کو جنبش دے کر کہا۔

دیو پیکر نے میز پر رکھے ہوئے پیکٹ سے سرنج نکالی جس میں کسی قسم کا سیال بھرا ہوا تھا۔

''جب تک تم میری گرفت میں نہیں آتے..... پھر دیکھنا۔'' وہ سیاہ پوش کی طرف انگلی اٹھا کر غرایا۔

''چلو.....!'' پستول کو پھر جنبش ہوئی اور دیو پیکر کی توجہ سیاہ پوش سے ہٹ کر صرف پستول کی طرف مبذول ہوگئی۔ اس کی آنکھوں سے پھر خوف جھانکنے لگا۔

''جلدی کرو۔'' اس بار پستول کی جنبش دھمکی سے بھرپور تھی۔

دیو قامت آدمی نے بائیں بازو میں سرنج کی سوئی چبھائی اور آہستہ آہستہ پسٹن دباتا رہا۔ حتیٰ کہ سرنج بالکل خالی ہوگئی۔

اب وہ سرنج کو پھینک کر آہستہ آہستہ الٹے پاؤں پشت والی دیوار کی طرف جا رہا تھا۔

سیاہ پوش نے جھک کر فرش سے سرنج اٹھائی اور اُسے دوبارہ پیکٹ میں رکھ کر جیب میں ڈال لیا۔

دیو قامت آدمی دیوار سے لگا کھڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے کسی بہت بڑے وزن کے ساتھ سینکڑوں میل پیدل طے کئے ہوں۔ پھیلی ہوئی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ یک

بیک اس کے حلق سے ایک بے ہنگم سی چیخ نکلی اور وہ دھڑام سے فرش پر آ گرا۔

سیاہ پوش اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے دیو قامت آدمی نے چیخ مار کر اُس پر چھلانگ لگائی ہو اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے پیچھے ہٹ گیا ہو۔

وہ دونوں ہاتھوں کے بل فرش پر گرا تھا اور دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ پھر چیخا اور اچھل کر دوسری طرف جا پڑا۔ اس کے بعد تو وہ چیخیں دورے کی شکل اختیار کر گئی تھیں اور ہر چیخ اُس کے پہاڑ جیسے جسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اچھال دیتی۔

سیاہ پوش بھی اس دوران میں کسی ایک جگہ نہیں کھڑا رہا تھا۔ کرب میں مبتلا دیو قامت آدمی کی پوزیشن کے ساتھ ہی اس کی پوزیشن بھی تبدیل ہوتی رہی تھی اور وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد گھڑی بھی دیکھنے لگتا تھا۔

پندرہ منٹ بعد اُس دیو قامت آدمی پر وہ تشنجی دورہ ختم ہو گیا اور اب وہ فرش پر سجدے کی سی حالت میں پڑا ہوا تھا اور اُسکے حلق سے نکلنے والی آواز ایک مسلسل غراہٹ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ خوفناک آواز تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اپنے جھنڈ سے بچھڑا ہوا کوئی غضبناک بھیڑیا غرا رہا ہو۔

سیاہ پوش نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آ پہنچا۔

پھر دیو قامت آدمی کی پیشانی آہستہ آہستہ فرش سے اٹھتی ہوئی نظر آئی۔ ساتھ ہی غراہٹ بھی مدہم پڑتی جا رہی تھی۔ اسی انداز میں بالآخر کمرے کی محدود فضا خاموشی میں ڈوب گئی۔

سیاہ پوش نے اپنے اوورکوٹ کی جیب سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا بنڈل نکالا اور اُسے دیو قامت آدمی کے سامنے ڈالتا ہوا بولا۔

''اُسے کھولو.....!''

دیو قامت آدمی جو اب دوزانو بیٹھا ہوا تھا اُسے کھولنے لگا۔ کاغذ کی تہہ کے نیچے سے سیاہ رنگ کا ایک مفلر برآمد ہوا تھا۔ وہ اُسے بالکل کتوں کے سے انداز میں سونگھنے لگا۔

''تمہیں اس کی گردن توڑ دینی ہے۔'' سیاہ پوش نے آہستہ سے کہا۔

دیو قامت اُسے بدستور سونگھے جا رہا تھا۔

''تمہیں اُس کی گردن توڑ دینی ہے۔'' سیاہ پوش نے پھر سرگوشی کی۔

دیو قامت نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

''تمہیں اُس کی گردن توڑ دینی ہے۔'' سیاہ پوش کی سرگوشی جاری رہی۔

''تمہیں اس کی گردن توڑ دینی ہے۔''

وہ عجیب لڑکی تھی۔ ہائی سرکل کلب میں اُس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ غصے کی حالت میں غیر متوقع حرکتیں کر بیٹھتی ہے۔ لیکن کیپٹن حمید نے اُسے آج تک غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

بڑی خوبصورت مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر ہر وقت کھیلتی رہتی۔ اکثر وہ اپنے میز پر تنہا بھی نظر آتی۔ لیکن اُس وقت بھی خواہ مخواہ مسکراتی رہتی۔ کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر۔

اُس کی ٹھوڑی کا گڑھا حمید کو بہت پسند تھا۔ وہ اکثر سوچتا کہ اُسے چاہِ زنخداں کیوں کہتے ہیں۔ یہ لفظ تو کچھ گالی سا لگتا ہے۔ کوئی خوبصورت سا نام ہونا چاہئے تھا۔

اُس نے اُسے ہمیشہ مسکراتے دیکھا تھا لیکن آج وہ اُسے عجیب عالم میں نظر آئی۔

ہال میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے اُس پر نظر پڑی تھی کیوں نہ پڑتی جب کہ وہ ایک میز پر سر کے بل کھڑی بے تحاشہ چیخے جا رہی تھی۔ نسلاً انگریز تھی۔ اس لئے جو کچھ بھی اُس کی زبان سے نکل رہا تھا آسانی سے سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ پھر بھی حمید نے اندازہ کر لیا کہ وہ غصے ہی میں ہو سکتی ہے۔

اس کے باوجود بھی ہال میں کسی قسم کی ابتری نہ دکھائی دی۔ لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے یا تو

ہنس رہے تھے یا اُسے تنفر آمیز نظروں سے گھور رہے تھے۔حمید نے سوچا کہ اس وقت تو یہ جین اور جیکٹ میں ملبوس ہے اگر کبھی اسکرٹ میں غصہ آ گیا تو کیا ہوگا۔

ہائی سرکل کلب کا ننھا سا منیجر اپنے آفس کے دروازے پر کھڑا اس طرح خلاء میں گھورے جا رہا تھا جیسے بحالت بیداری کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

حمید نے اُس کے قریب پہنچ کر اُسے ٹہوکا دیا اور وہ بوکھلا کر اس کی طرف پلٹ پڑا۔

''اوہ.....!'' اُس کے منہ سے ایسے انداز میں نکلا جیسے اب جان میں جان آئی ہو۔پھر وہ احمقانہ ہنسی کے ساتھ بولا۔''دیکھئے.....ذرا دیکھئے کپتان صاحب! ایسے غصے پر پیار آ جائے کسی شاعر کو تو خدا کی قسم اپنی بیاض پھاڑ دوں۔''

''لیکن اس غصے میں کس پیار کی شامت پوشیدہ ہے۔'' حمید نے لڑکی کی طرف ہاتھ اٹھا کر پوچھا۔

''کچھ نہیں جناب.....کچھ خاص بات نہیں۔بس غلطی سے ویٹر نے میز پر نمک گرا دیا تھا۔''

''مجھے تو اُس کا نام تک نہیں معلوم۔'' حمید نے کہا اور منیجر نے اُسے اس طرح نیچے سے اوپر تک دیکھ ڈالا جیسے حمید نے اپنے چغد ہونے کا اعلان کیا ہو۔

''یقین کرو! میں نہیں جانتا۔'' حمید بولا۔

''جناب.....نام ہی روز اپ سائیڈ ڈاؤن ہے۔''

''نیچے سے اُسے یہ دنیا کیسی نظر آتی ہوگی۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر مغموم لہجے میں کہا۔

منیجر کچھ نہ بولا۔وہ پھر اُس لڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

دفعتاً ایک اور آدمی بھی اُن کے قریب آ کھڑا ہوا۔ادھیڑ عمر کا ایک غیر معمولی طور پر تندرست آدمی تھا۔لباس کے رکھ رکھاؤ میں نفاست پسندی کا عادی معلوم ہوتا تھا۔جامہ زیب اور وجیہہ بھی تھا۔

اُس نے منیجر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔''میں نے تمہیں سمجھا دیا تھا۔''

منیجر شاید اُس کی موجودگی سے بے خبر تھا جیسے ہی اُس نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھا وہ اچھل پڑا تھا۔

''جج..... جناب عالی میں بے بس ہوں۔''

''میں نے تم سے کہا تھا کہ اُسے غصہ نہ آنے پائے۔''

''درست ہے..... درست ہے..... لیکن بقول شاعر۔''

''نہیں تم نے احتیاط نہیں برتی۔''

''چلئے میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اب تو انہیں کسی طرح سیدھا کیجئے۔ ورنہ میز کے گرد بھیڑ اکٹھا ہو جائے گی۔''

''میں کچھ نہیں کر سکتا۔'' نووارد ہاتھ ملتا ہوا مایوسانہ لہجے میں بولا۔

''معاف کیجئے گا غلطی آپ سے ہوئی ہے۔'' منیجر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''میں غلط نہیں کہہ رہا۔ آپ کو انہیں یورپ سے یہاں نہ لانا چاہئے تھا۔ یہاں کی عورتیں غصے میں خودسر کے بل کھڑی نہیں ہوتیں بلکہ دوسروں کو کر دیتی ہیں۔ لہٰذا ہماری سوسائٹی میں یہ محترمہ عجوبہ بن کر رہ گئی ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ یہاں کے مرد انہیں دیوی سمجھ کر پوجنے لگیں۔''

''چھوڑو..... ختم کرو..... یہ بتاؤ اس وقت کیا کیا جائے۔''

''میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔'' منیجر نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''میں تو محض آپ کی مروت میں سب کچھ برداشت کر رہا ہوں۔ ارے جناب..... ابھی کل ہی کی بات ہے ان پر ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔ مسلسل دو گھنٹے تک ہنستی رہی تھی۔ چلئے ہنسنے کی بات ایسی نہیں کہ کسی کو کوئی اعتراض ہو سکے۔''

''تو اس پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔'' دفعتاً حمید بگڑ کر بولا۔

''جی.....!'' بیک وقت دونوں کی زبانوں سے نکلا۔

''جی ہاں.....!'' حمید باقاعدہ طور پر چڑھ دوڑا۔ ''اگر وہ اپنی میز پر سر کے بل کھڑی

ہوگئی ہے تو کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب۔'' منیجر گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا۔

''وہ دیکھو۔'' حمید ایک طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''دیوار پر وہ فریم جس میں تحریر ہے آہستہ گفتگو کیجئے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں۔'' منیجر بولا۔

''کیا تم دوسرے فریم کا انتظام نہیں کر سکتے تھے جس میں تحریر ہوتا کہ یہاں سر کے بل کھڑا ہونا منع ہے۔''

''کیا بات کرتے ہیں جناب آپ بھی۔'' منیجر جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔

''یہ بات آپ اپنے کلب کے قوانین میں شامل کر سکتے ہیں۔ اُس کے بعد اگر کوئی ایسی حرکت کرے تو آپ کو احتجاج کا حق پہنچتا ہے۔ دوسری صورت میں قطعی نہیں۔''

''آپ کی تعریف جناب۔'' دفعتاً نووارد حمید کی طرف مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

''میرا نام ساجد حمید ہے اور میں محکمہ داخلہ سے تعلق رکھتا ہوں۔'' حمید نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''اور دخل درنامعقولات میرے فرائض میں داخل ہے۔ یقین کیجئے ملکی قوانین میں کوئی ایسی دفعہ نہیں جو کسی شہری کو سر کے بل کھڑے ہونے سے روک سکے۔''

''بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر جناب۔'' نووارد سنجیدگی سے بولا۔

''لہٰذا اب مجھے اجازت دیجئے۔'' منیجر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور اپنے آفس میں چلا گیا۔

اُن دونوں نے مڑ کر اُسے جاتے دیکھا تھا لیکن اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں تھا۔

نووارد نے حمید کو سگریٹ پیش کئے۔

''شکریہ..... میں پائپ پیتا ہوں۔''

''یہ لڑکی میرے لئے مصیبت بن گئی ہے۔'' نووارد بولا۔

''آپ سے کیا تعلق اس کا۔'' حمید نے حیرت ظاہر کی۔

''صرف مجھ سے متعلق ہے یہاں اور کسی سے بھی نہیں۔''

''آپ کی باتیں بھی دلچسپ ہیں۔'' حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک میز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔لڑکی اب بھی اُسی طرح میز پر سر کے بل کھڑی تھی۔

وہ دونوں بیٹھ گئے۔نووارد حمید سے کہہ رہا تھا۔''میں نے اکثر آپ کو یہاں دیکھا ہے۔ لیکن آپ سے تعارف حاصل نہیں تھا۔''

''تعارف ہوتے کتنی دیر لگتی ہے جناب۔'' حمید پاؤچ سے تمباکو نکال کر پائپ میں بھرتا ہوا بولا۔''تعارف حاصل کرنے کے ایسے گھٹیا طریقے تو اختیار نہیں کرسکتا۔''

دوسرا جملہ اُس نے لڑکی کی طرف ہاتھ اٹھا کر ادا کیا تھا۔

''اوہ.....نہیں.....ایسا نہ کہئے۔یہ بچی مظلوم ہے۔'' نووارد نے مغموم لہجے میں کہا۔

حمید اُسے استفہامیہ انداز میں دیکھتا رہا۔کچھ دیر بعد نووارد پھر بولا۔''وہ بیمار تھی۔تبدیلی آب و ہوا کے لئے انگلینڈ سے یہاں لایا ہوں۔''

''دوست ہیں آپ کی؟''

''میرے ایک دوست کی بیٹی ہے۔'' نووارد نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔''مرض چونکہ شرقی تھا اس لئے میں اُسے یہاں لایا ہوں۔''

''شرقی.....!'' حمید نے حیرت سے کہا۔''میں نہیں سمجھا۔''

''بھئی.....یہ بچپن ہی سے ایسی کہانیوں کی دلدادہ رہی تھی جو مشرق سے متعلق ہوں۔ بعض انگریز مصنفوں نے مشرق کے بارے میں بڑی پُر اسرار کہانیاں لکھی ہیں۔انہیں پڑھ پڑھ کر یہ مشرق کے جنون میں مبتلا ہوگئی۔حالانکہ اُن بیچارے مصنفین کی معلومات کا یہ عالم ہے کہ ایک صاحب نے اپنے ناول میں ایک مشرقی شہزادے کی آن بان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہاتھی پر حقہ کس دیا گیا اور شہزادہ اپنے قیمتی لباس کو سنبھالتا ہوا حقے پر جا بیٹھا۔''

''حقے پر.....!'' حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

''جی ہاں.....مصنف صاحب کو ہودے کی بجائے حقہ ہی یاد آیا تھا لکھتے وقت۔''

حمید ہنس پڑا۔لیکن نووارد کی تیوریاں بدستور چڑھی رہیں۔

''صاحب ان مصنفین نے بہتیروں کو طرح طرح کے ذہنی امراض میں مبتلا کر رکھا ہے۔ بہرحال وہ خود کو مہارانی کہنے لگی تھی۔ مہاراجہ ڈونگا بونگا کی دھرم پتنی۔ بدقت تمام ایک ماہر نفسیات نے اُسے بتایا کہ وہ صرف روز اپسیڈاؤن ہے۔''

''لیکن منیجر نے تو روز اپ سائڈ ڈاؤن نام بتایا تھا۔''

''مرض سے صحت پانے کے بعد وہ خود کو یہی کہنے لگی ہے۔ ویسے وہ اپسیڈاؤن خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ مشرق کے متعلق اس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ یوگا پر اتھارٹی سمجھئے۔''

''لیکن اب یہ سیدھی کس طرح ہوگی۔''

''کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

''ان کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ کچھ سوچئے۔'' حمید نے کہا۔

''آپ ہی کچھ سوچ کر بتایئے۔''

دفعتاً منیجر دکھائی دیا۔ وہ تیزی سے انہیں کی طرف آرہا تھا۔

''آپ کا فون ہے جناب۔'' اُس نے میز کے قریب پہنچ کر حمید سے کہا۔

حمید اٹھ کر اُس کے ساتھ دفتر کی طرف جاتا ہوا بولا۔ ''دنیا کے کسی گوشے میں بھی مجھے سکون نصیب نہیں ہوسکتا۔ تم نے کہہ کیوں نہیں دیا کہ میں یہاں موجود نہیں ہوں۔''

لیکن دفتر میں داخل ہوتے ہی منیجر آہستہ سے بولا۔ ''میں نے تو اسی بہانے آپ کو وہاں سے اٹھایا تھا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''فون کے بہانے۔ کیا آپ اُس آدمی سے واقف ہیں۔''

''نہیں۔'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''کیا اُس نے آپ کو اپنا نام نہیں بتایا۔''

''میں نے پوچھا ہی نہیں۔''

''ناصر مرزا.....!''

''طاہر مرزا بھی ہوسکتا ہے۔تو پھر.....!''

''خدا کی پناہ۔کیا یہ نام آپ کے لئے چونکا دینے والا نہیں ہے۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''وہ آدمی ہے کہ پل بھر میں آپ کا عہدہ وغیرہ سب خاک میں ملا سکتا ہے۔ملک کی بہت اونچی اونچی شخصیتوں سے اُس کے مراسم ہیں۔''

''یہ تم مجھے اس کے سامنے بھی بتا سکتے تھے۔''

''آپ تو پتہ نہیں کس قماش کے آدمی ہیں۔''منیجر جھنجھلا کر بولا۔

''بقول شاعر.....نیکی برباد.....گناہ لازم۔''

''تم مجھے وہاں سے کیوں اٹھا لائے ہو۔''حمید نے سخت لہجے میں پوچھا۔

''صاحب تشریف لے جایئے۔جان چھوڑیئے میری۔''منیجر اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

''تمہیں بتانا پڑے گا۔''

''ارے جناب میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اُس پر آپ کے محکمے یا عہدے کا رُعب نہیں پڑسکتا۔جب چاہے آپکے ڈی آئی جی صاحب ہی کا بستر گول کرا سکتا ہے۔آپ یہ نہ سمجھئے گا۔''

اُس نے بات پوری نہیں کی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

منیجر نے ریسیور اٹھالیا اور حیرت سے منہ پھاڑے کچھ سنتا رہا۔پھر پھٹی پھٹی سی آواز میں بولا۔''تم کون ہو.....ہیلو.....ہیلو.....!''

یک بیک وہ اچھل پڑا اور مجنونانہ انداز میں حمید سے بولا۔''کوئی اُسے مارے ڈال رہا ہے۔اُس کا گلا گھونٹ رہا ہے۔''

حمید نے ریسیور اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور اب وہ بھی ایسی ہی آواز سن رہا تھا جیسی کسی گھٹتے ہوئے گلے سے نکلتی ہے۔

پھر وہ آواز آنی بند ہوگئی۔لیکن سلسلہ منقطع نہیں ہوا تھا۔حمید نے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی بجائے میز پر ڈال دیا۔منیجر اب بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہکا بکا کھڑا تھا۔

''کون ہوسکتا ہے۔'' حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''پتہ نہیں.....لل لیکن.....میرا دعویٰ ہے کہ کوئی بڑا حادثہ ہوا ہے۔''

''ریسیور کو میز ہی پر پڑا رہنے دو۔ میں ابھی آیا۔'' حمید نے کہا اور آفس سے باہر نکل آیا۔

اب وہ بڑی تیزی سے اُس گوشے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں گاہکوں کے استعمال کے لئے ٹیلی فون بوتھ واقع تھا۔

فون پر اُس نے ایکس چینج کے نمبر ڈائیل کئے اور اپنے محکمے کے حوالے سے گفتگو کرتا ہوا بولا۔ ''فوری طور پر بتاؤ کہ فون نمبر تین دو پانچ چھ کس نمبر سے ملا ہوا ہے۔''

''بہت بہتر جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''ہولڈ آن کیجئے۔''

اور پھر کچھ دیر بعد نمبر بھی بتا دیا گیا۔ اس کے بعد حمید نے اُس نمبر کے پتے کا مطالبہ کیا۔

''تھری سیون تھری.....جہانگیر روڈ'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

حمید سلسلہ منقطع کر کے پھر منیجر کے آفس میں واپس آیا۔ وہ اب بھی وہیں کھڑا فون کے ریسیور کو گھورے جا رہا تھا۔

''سیون فائیو ٹو ایٹ پر کون ہے۔'' حمید نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

''جی.....!'' وہ اچھل پڑا۔

حمید نے پھر اپنا سوال دہرایا اور منیجر میز پر جھک کر ایک ڈائری کی ورق گردانی کرنے لگا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ تو.....وہ تو.....ایک غیر ملکی ہے۔''

''نام بتاؤ۔'' حمید غرایا۔ ''پتہ بھی چاہئے۔''

''تھری سیون تھری جہانگیر روڈ.....نام آرتھر چیمپئن.....!''

حمید نے پھر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سے اب بھی رابطہ قائم تھا۔ لیکن فون ہی کی ''ٹوں ٹوں'' کے علاوہ اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔

''بھلا اس آرتھر چیمپئن نے اس وقت تمہیں فون کیوں کیا۔''

''میں.....میں.....وہ دراصل.....عجیب چکر ہے۔''

''جلدی بتاؤ..... کسی تمہید کی ضرورت نہیں۔''

''وہ روزانہ فون کر کے اس لڑکی کے بارے میں پوچھتا ہے۔''

''کس لڑکی کے بارے میں۔''

''وہی جو میز پر سر کے بل کھڑی ہے۔''

''تم نے اُس کا پتہ کیوں لکھ رکھا ہے اپنی ڈائری میں۔''

''وہ مجھ سے دوستی کا خواہاں ہے۔ زبردستی نوٹ کرایا تھا اپنا پتہ۔''

حمید پھر ہال میں واپس آ گیا تھا۔ لیکن اب اُسے نہ وہ لڑکی نظر آئی اور نہ اُس کا میزبان ناصر مرزا۔

وہ صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر برآمدے میں قدم رکھا ہی تھا کہ ٹھٹک جانا پڑا۔ وہ دونوں برآمدے میں کھڑے ناخوشگوار لہجہ میں گفتگو کر رہے تھے۔

لڑکی کہہ رہی تھی۔ ''تمہاری مہمان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ میں تمہاری پابند ہو کر رہوں سمجھے۔''

''دیکھو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں یہاں تمہارا مربی ہوں۔ تمہارے باپ سے میں نے وعدہ کیا تھا کہ ہر طرح تمہاری دیکھ بھال کروں گا۔''

''بس میں نے آخری بات کہہ دی۔ میرے پیچھے نہ آؤ۔''

ناصر مرزا نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور لڑکی آگے بڑھ گئی۔ ناصر مرزا نے مزید کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

لڑکی اب برآمدے سے اُتر کر پارکنگ شیڈ کی طرف جا رہی تھی۔

ناصر مرزا جہاں تھا وہیں کھڑا رہا اور حمید اُس کے پاس سے نکلا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اُس لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا۔ لڑکی ایک چھوٹی سی کار ڈرائیو کر رہی تھی اور حمید لنکن میں تھا۔

دفعتاً اُسے پھر فون کا خیال آیا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر اُسے اس سے کیا سروکار۔ کسی نے منیجر سے فون پر رابطہ قائم کیا تھا لہٰذا وہ منیجر کا ذاتی معاملہ ٹھہرا۔ اسے کیا پڑی ہے کہ اس کے

پیچھے سر کھپاتا پھرے۔ البتہ یہ لڑکی اس کی زندگی میں چند خوشگوار لمحات کا اضافہ کر سکے گی۔

تعاقب جاری رہا۔ وہ لڑکی سے متعارف ہونا چاہتا تھا۔ عرصہ سے زندگی یکسانیت کا شکار چلی آ رہی تھی۔ کہیں بھی تو کوئی ناولٹی نہیں۔ زندگی گویا ہڈیوں کا پنجر ہو کر رہ گئی تھی۔

اگر اس لڑکی سے متعارف ہو گیا تو شائد کچھ دنوں کے لئے انواع اقسام کی بورتیوں سے نجات مل جائے۔ کیا چیز ہے؟ غصہ آیا تو سر کے بل کھڑی ہو گئی۔ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ وہ اس وقت ایک بھرے پُرے کلب میں موجود ہے۔

لڑکی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ وہ بتدریج اپنی گاڑی کی رفتار کم کرتی جا رہی ہے۔ پھر اُس نے اُسے چوراہے سے جہانگیر روڈ پر مڑتے دیکھا اور ایک طویل سانس لی۔

تعاقب جاری رہا۔ لیکن زیادہ دیر تک نہیں۔ لڑکی نے اپنی گاڑی ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے روکی تھی۔ حمید اپنی گاڑی آگے لیتا چلا گیا اور کچھ دور جا کر یوٹرن لیتا ہوا پھر اُسی جانب چلا آیا۔ سڑک کی دوسری جانب ٹھیک لڑکی کی گاڑی کے سامنے لنکن پارک کرنے کے بعد وہ پشت گاہ سے ٹک کر بجھا ہوا پائپ سلگانے لگا۔

لڑکی کی گاڑی خالی تھی۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ یہ جہانگیر روڈ تھی۔ منیجر نے فون کال کے سلسلے میں جہانگیر روڈ کی عمارت نمبر تین سو تہتر ہی کا تو تذکرہ کیا تھا اور یہ..... یہ عمارت.....اوہ.....نمبر اتنے فاصلے سے بھی صاف پڑھے جا سکتے تھے۔ پھاٹک کے ایک ستون پر تین سو تہتر تحریر تھا۔

حمید نے متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے اور لنکن سے نیچے اُتر آیا۔ اب وہ نیم پلیٹ بھی پڑھ سکتا تھا جس پر آرتھر چیمپئن لکھا ہوا تھا۔ وہ پھاٹک کی طرف بڑھا۔ اُس کے پاس اُس مکان میں داخل ہو جانے کے لئے جواز موجود تھا۔ کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی۔

پھاٹک دوسری طرف سے بولٹ نہیں تھا۔ دھکا دینے پر کھلتا چلا گیا۔ پھاٹک کے بعد تقریباً بیس فٹ چوڑا لان تھا جس کا اختتام اصل عمارت کے قریب ہوا تھا۔

صدر دروازہ کھلا ہی ہوا ملا۔ ابھی وہ داخل بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ روزا سامنے سے دوڑتی آئی اور اس سے ٹکرا گئی۔ اُسے گرنے سے بچانے کے سلسلے میں وہ خود بھی گرتے گرتے بچا تھا۔

روزا بُری طرح ہانپتی ہوئی گھٹی گھٹی سی آواز میں بولی۔ ''قتل..... قتل..... پولیس.....!''

اور پھر وہ بیہوش ہو کر حمید کے ہاتھوں میں جھول گئی۔

پل بھر کیلئے حمید کی قوت فیصلہ جواب دے گئی۔ اُسے کیا کرنا چاہئے۔ پھر خیال آیا کہ مکان میں روزا کے علاوہ اور کوئی بھی اس وقت موجود نہیں ورنہ وہ بھی اس کے پیچھے ہی نظر آتا۔ تو وہاں کسی کی لاش تھی۔

اُسے دیکھنا چاہئے۔ لیکن روزا..... وہ اب بھی اُس کے ہاتھوں پر تھی۔

اُسے ایک کمرے میں صوفے پر لٹا کر وہ دوسرے کمروں کی تلاشی لینے لگا۔

لاش ڈرائنگ روم میں ملی تھی۔ ٹیلی فون والی میز کے قریب۔ جسم پر کہیں بھی کوئی زخم نہیں تھا البتہ ایسا لگتا تھا جیسے گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہو۔ مرنے والا جوان العمر تھا۔ زندگی میں اُس کے خدوخال کافی دلکش رہے ہوں گے۔ کسی سفید فام نسل کا فرد تھا۔

ٹیلی فون کا ریسیور میز کے نیچے جھولتا نظر آیا۔ میز کے قریب والا صوفہ الٹا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ اور کسی قسم کی بدنظمی کمرے میں نہیں پائی جاتی تھی اور اب حمید سوچ رہا تھا کہ اگر یہ لڑکی بھی اس کیس میں ملوث ہوگئی تو اس کی تفریحات کا کیا ہوگا۔

۔ لہٰذا اس نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں لڑکی کو چھوڑ آیا تھا۔

اُس کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ کوشش کر رہا تھا کہ اسے جلد از جلد ہوش آجائے۔

ناکامی نہیں ہوئی۔ ہوش آتے ہی لڑکی نے پھر ''قتل قتل'' کی رٹ لگادی۔

''خاموش رہو۔'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''میری بات غور سے سنو۔ میں ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کون ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ چپ چاپ یہاں سے چلی جاؤ۔''

''لیکن.....لیکن.....!''

''ہاں.....کیا کہنا چاہتی ہو۔'' حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''وہ.....وہ میرا دوست تھا۔''

''تمہیں کیسے اطلاع ملی تھی کہ وہ قتل کر دیا گیا؟''

''مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ میں تو بس اس سے ملنے آئی تھی۔''

''ٹھیک ہے.....اب تم جاؤ.....اور اس سلسلے میں قطعی طور پر اپنی زبان بند رکھو گی۔ کسی سے بھی تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''کیوں.....آخر کیوں؟''

''میں تمہیں ایک زحمت سے بچانا چاہتا ہوں۔ اگر تم نے کسی سے تذکرہ کیا تو قانون کی نظر میں تم خود بھی شبہے سے بالاتر نہیں ہوگی۔''

''مم.....میں کیوں؟''

''تم یہی بیان دو گی نا کہ تم اُس سے ملنے آئی تھیں۔ لاش دیکھ کر پولیس کو اطلاع دینے کے لئے بھاگیں۔''

''یقیناً میں یہی بیان دوں گی۔''

''لیکن اس پر کون یقین کرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تم یہاں کسی اور کے ساتھ آئی ہو دونوں میں لڑائی ہوئی ہو۔ ایک مارا گیا۔ مارنے والا بھاگ نکلا اور تم۔ تم نے اس کے بعد سوچا کہ یہ تو بہت بُرا ہوا۔ لہٰذا اب تمہیں پولیس کو اطلاع دے دینی چاہئے اور تم وہی کچھ کہتی ہو جو مجھ سے کہا ہے۔ یعنی تم قاتل کو پولیس کی دسترس سے بچانا چاہتی ہو۔''

روزا نے متحیرانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور بولی۔ ''لیکن تم نے میرے بیان پر کیوں یقین کر لیا۔''

''اس لئے کہ میں نے کچھ دیر پہلے تمہیں ہائی سرکل میں دیکھا تھا اور وہیں سے تمہارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔''

''تم نے میرا تعاقب کیوں کیا تھا۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

''میری دانست میں تو اُن سبھوں کو تمہارا تعاقب کرنا چاہئے تھا جو اس وقت ہال میں موجود تھے۔''

''ہوں۔'' وہ ناخوشگوار لہجے میں بولی۔ ''اکثر لوگ میرے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ اچھا شکریہ۔ آفیسر..... میں جارہی ہوں۔''

وہ ایک غیر ملکی کے قتل کا معاملہ تھا اور اس کی اطلاع حمید سے ملی تھی اس لئے فریدی جائے واردات پر تنہا نہیں تھا۔ اُس کے محکمے کا سپرنٹنڈنٹ بھی وہاں موجود تھا۔ حمید نے فریدی کو فون پر اطلاع دی تھی اور فریدی نے بڑے خشک لہجے میں اس سے کہا تھا کہ وہ براہِ راست سپرنٹنڈنٹ کو رپورٹ دے۔ پھر مزید کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سپرنٹنڈنٹ سے دوبارہ اس کی اطلاع ملنے پر ہی وہ جائے واردات کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہیں سپرنٹنڈنٹ سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ فریدی اچھی طرح جانتا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ نے موقع واردات پر پہنچنے کے بعد ہی اُسے طلب کیا ہوگا اور حمید کے متعلق تو یہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ اُس نے سپرنٹنڈنٹ سے اس قسم کی گفتگو کی ہو جس سے وہ اندازہ لگا سکے کہ سب سے پہلے اُس نے فریدی کو اطلاع دی ہوگی۔

حمید اپنا بیان پہلے ہی درج کرا چکا تھا۔ لیکن اُس میں لڑکی کا تذکرہ نہیں تھا۔ لڑکی کے بارے میں تو اُس نے فریدی کو بھی نہیں بتایا تھا۔

محکمہ کے فوٹو گرافر مختلف جگہوں کی تصویریں لیتے رہے۔ فنگر پرنٹس کی تلاش جاری تھی۔

''کیا خیال ہے۔'' سپرنٹنڈنٹ نے فریدی کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیا عرض کروں..... یہ آدمی بہت تندرست تھا لہٰذا گردن کا اس طرح ٹوٹنا میری دانست میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔''

''تو پھر.....!''

''فوری طور پر اظہار خیال بھی ممکن نہیں۔''

سپرنٹنڈنٹ خاموش ہو گیا۔ پتہ نہیں کیوں وہ ان دنوں فریدی سے الجھ نہیں رہا تھا۔ جائے واردات پر بھی زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرا۔ فریدی کو بڑے مربیانہ انداز میں کیس سے متعلق کچھ ہدایات دیتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا تھا۔

منگر پرنٹ والوں کے ساتھ ہی حمید نے بھی وہاں سے کھسک جانا چاہا لیکن فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''تم ٹھہرو گے۔''

حمید نے ایک طویل سانس لی اور جہاں تھا وہیں رک گیا۔

لاش بھی اٹھوائی جا چکی تھی اور اب وہاں اُن دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

''میں نے ہائی سرکل کے منیجر کو یہیں بلوایا ہے۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''کیوں.....؟''

''اس لئے کہ میں خود وہاں نہیں جانا چاہتا۔''

''کوئی خاص وجہ۔''

''وقت بچانا چاہتا ہوں۔''

''کیا خیال ہے؟ اُس کی گردن کس طرح ٹوٹی ہوگی۔''

''از روئے رمل بتاؤں یا جوتش کے مطابق۔'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

اتنے میں کسی نے باہر سے گھنٹی بجائی اور فریدی خود ہی صدر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

آنے والا ہائی سرکل کلب کا منیجر تھا۔ اس نے بڑے ادب سے فریدی کو سلام کیا۔

''کیا آپ اس سے پہلے یہاں آ چکے ہیں۔'' فریدی نے اُس سے پوچھا۔

''نہیں جناب عالی! پہلی بار..... آپ کے طلب کرنے پر حاضر ہوا ہوں۔

''مقتول سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے۔''

''نہیں جناب۔ میں کپتان صاحب کو اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔'' منیجر نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں آپ ہی کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''بس جناب وہ زبردستی مجھ سے جان پہچان پیدا کر بیٹھا تھا۔''

''کسی خاص مقصد کے تحت.....!'' فریدی اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

''جی ہاں.....وہ روزانہ سائیڈ ڈاؤن کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔''

''یہ کیا بلا ہے؟''

منیجر نے حمید کی طرف دیکھا اور حمید بے نیازانہ انداز میں دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''وہ دراصل.....!'' منیجر کھنکار کر بولا۔ ''وہ.....وہ جناب عالی ایک لڑکی ہے۔ مسٹر ناصر مرزا کی مہمان۔ مرنے والا کلب میں اس کی موجودگی کے بارے میں پوچھا کرتا تھا۔ بس یوں سمجھئے کہ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ناصر مرزا بھی اُس کے ساتھ ہے یا وہ تنہا کلب آئی ہے۔ ناصر مرزا کو آپ جانتے ہی ہوں گے۔''

''جانتا ہوں۔'' فریدی نے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آج کی پوزیشن بتایئے۔''

اس سوال پر حمید اس طرح کھکھارا جیسے منیجر کو وارننگ دے رہا ہو۔

''آج.....جی ہاں.....وہ دونوں ہی کلب میں موجود تھے۔ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھایا۔ پہلے تو ٹھیک ہی آواز آئی تھی پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی اُس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔''

''تو آپ نے اُس کی آواز پہچان لی تھی۔''

''نہیں جناب.....اُس وقت کپتان صاحب میرے پاس ہی کھڑے تھے۔ میں نے ریسیور اُن کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔''

''کیا آپ نے حمید سے پہلے کبھی اُس لڑکی کا تذکرہ کیا تھا۔''

''جناب تذکرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ تو خود ہی ایک قسم کا چلتا پھرتا اشتہار ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''جس وقت میں وہ منحوس کال ریسیو کر رہا تھا وہ ڈائننگ ہال میں ایک میز پر سر کے بل کھڑی ہوئی تھی۔''

''کیا مطلب.....؟'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

منیجر کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ اُسے بتانے لگا کہ لڑکی اکثر کس قسم کی بے تکی حرکتیں کیا کرتی ہے۔ وہ اُس کے بارے میں بتاتا رہا اور فریدی حمید کو گھورتا رہا۔ منیجر کے خاموش ہوتے ہی اُس نے حمید کو مخاطب کیا۔

''تم یہاں کس طرح پہنچے تھے؟''

''ایکس چینج سے یہاں کے نمبر معلوم کئے تھے اور ان نمبروں کی بناء پر منیجر سے مکان کے نمبر معلوم ہو سکے۔''

''اب آپ جاسکتے ہیں جناب۔'' فریدی نے منیجر سے کہا۔ ''بہت بہت شکریہ۔ ہوسکتا ہے آپ کو پھر تکلیف دی جائے۔''

''میں ہر وقت حاضر ہوں جناب۔'' منیجر نے بڑے ادب سے کہا اور سلام کے لئے ہاتھ اٹھایا اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔

اس کے جانے کے بعد چند لمحات خاموشی سے گزرے پھر فریدی بولا۔ ''تو تم اُس لڑکی کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے۔''

''حد ہوگئی۔'' حمید نے جھنجھلاہٹ کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔ ''ارے جناب میں نے ایکس چینج سے نمبر معلوم کئے تھے۔''

''اگر اُس لڑکی کی ذات بھی ملوث نہ ہوگئی ہوتی تو تم ہرگز ایکس چینج سے نمبر نہ معلوم کرتے۔''

''ہوسکتا ہے۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''اعتراف کرلو کہ تم لڑکی کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے۔''

''خواہ مخواہ۔''

''تم محض اُس فون کال کی وجہ سے یہاں تک نہیں آسکتے تھے۔''

''اتنے وثوق کے ساتھ کوئی بات نہ کہا کیجئے۔''

''وہ بیہوش ہوگئی تھی۔'' فریدی حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''اور تم نے اُسے اٹھا

کر اس صوفہ پر لٹا دیا تھا۔''

حمید بوکھلا کر اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ پھر بڑی ڈھٹائی سے بولا۔''غالباً اب میں یہ سنوں گا کہ آپ پہلے ہی سے ان لوگوں کی نگرانی کرتے رہے ہیں۔''

''جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' فریدی کا لہجہ خشک تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ حمید کے چہرے پر غبار سا چھا گیا تھا۔

دفعتاً فریدی بولا۔''آخر اس لڑکی کا تذکرہ نہ کرنے میں کیا مصلحت تھی حمید صاحب۔''

''میں نے مناسب نہیں سمجھا تھا۔''

''آخر کیوں میرے شرلاک۔''

''فی الحال میں یہ بھی نہیں بتانا چاہتا۔''

''احمقانہ باتیں نہ کرو۔ اگر اُس نے تمہاری نادانستگی میں کوئی بیان دے دیا تو۔''

''کیا مطلب؟'' حمید بوکھلا کر سیدھا ہو گیا۔

''فرض کرو وہ اس بیان کے ساتھ کسی بھی تھانے پر جا پہنچی ہے کہ وہ اپنے دوست کی لاش دیکھ لینے کے بعد پولیس کو اطلاع دینا چاہتی تھی لیکن ایک اجنبی نے خود کو پولیس آفیسر ظاہر کرتے ہوئے اُسے کسی قسم کا بیان دینے سے روک دیا۔''

''نہیں.....نہیں.....ایسا نہیں ہو سکتا۔''

''ہوں.....تو تم نے اُسے بیان دینے سے بھی روکا تھا۔'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

حمید کچھ نہ بولا۔

''تمہاری حماقتوں سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ کیا اُس نے کہا تھا کہ وہ پولیس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی۔''

''اُس نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی۔ میں ہی اُسے مزید پریشانیوں سے بچانا چاہتا تھا۔''

''کیوں.....؟''

''میں نے کہا اتنی خوبصورت لڑکی بیچاری کہاں پریشان ہوتی پھرے گی۔''

''شٹ اپ.....!'' فریدی نے کہا اور اُس صوفہ کی طرف متوجہ ہوگیا جس کی طرف کچھ دیر پہلے اشارہ کیا تھا۔

حمید خاموشی سے اُسے دیکھے جارہا تھا۔ وہ صوفہ کے قریب پہنچ کر جھکا اور اُس پر سے کوئی ایسی چیز اٹھائی جو اتنی دور سے حمید کو نظر نہیں آرہی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اُس کے پاس آیا اور اپنا ہاتھ اُس کے چہرے کے برابر لاکر بولا۔ ''ملاحظہ فرمایئے۔''

سنہرے رنگ کے تین چار لمبے لمبے بال اُس کی چٹکی میں دبے ہوئے تھے۔

حمید ہنس پڑا۔ ''واقعی آپ بہت اونچے جارہے ہیں۔''

انداز مضحکہ اڑانے کا سا تھا۔

'' بکواس مت کرو۔ یہ اُسی لڑکی کے بال ہیں جسے تم نے گود میں اٹھا کر اس صوفے پر لٹایا تھا۔''

''یہی سرے سے غلط ہے کہ میں نے کسی لڑکی کو اس صوفے پر لٹایا تھا۔''

''اگر تم نے اسے بیہوشی کی حالت میں صوفے پر نہیں لٹایا تھا تو پھر تم کسی کمینگی کے مرتکب ہوئے ہو۔'' فریدی غرایا۔

''آپ کس بناء پر یہ ساری باتیں اتنے وثوق سے کہہ رہے ہیں۔''

''اپنے ٹائی پن کو غور سے دیکھو۔''

حمید نے بوکھلا کر سر جھکا لیا اور پھر احمقانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کے ٹائی پن سے بھی اُسی قسم کے کئی بال الجھے ہوئے نظر آئے تھے۔

پھر اُسے سب کچھ اگل دینا پڑا۔

''تم آخر اتنے ڈفر کیوں ہوتے جارہے ہو۔'' فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

''میں خود بھی نہیں جانتا۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر دردناک لہجے میں کہا۔

''وہ اس وقت کہاں ملے گی۔'' فریدی نے اُسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا! آج تو پہلی ہی ملاقات تھی۔ جو ایسے حالات میں ہوئی۔''

دفعتاً باہر سے کسی نے گھنٹی بجائی۔ فریدی چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''تم یہیں ٹھہرو۔'' اُس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

صدر دروازہ کھولتے وقت تیز خوشبو کی لپٹ ہوا کے جھونکے کے ساتھ اندر آئی۔

چست لباس میں ایک سفید فام لڑکی باہر کھڑی تھی۔ فریدی کو دیکھ کر اُس نے متحیرانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں اور بولی۔ ''کیا آرتھر موجود ہے۔''

''آیئے.....!'' فریدی نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

وہ اندر آ گئی۔ فریدی اُسے وہیں لایا جہاں حمید کو چھوڑ کر گیا تھا۔

''آرتھر کہاں ہے۔'' لڑکی نے اُن دونوں کو باری باری سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''آرتھر.....!'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ ''مجھے افسوس ہے محترمہ۔ کسی نے انہیں مار ڈالا۔''

''کیا.....؟'' وہ تقریباً چیخ پڑی۔

''یا پھر ہوسکتا ہے کہ کسی حادثے ہی کی بناء پر اُن کی گردن ٹوٹ گئی ہو۔ ہمارا تعلق مقامی پولیس سے ہے۔''

''مم.....مار.....ڈالا.....!'' وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس پر غشی سی طاری ہو رہی ہو۔ آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔

فریدی جہاں تھا وہیں کھڑا بغور اُس کی حالت کا جائزہ لیتا رہا۔

دفعتاً حمید بولا۔ ''وہ گئی.....ارے سنبھالئے۔''

لیکن فریدی اُسے فرش پر گرتے بھی دیکھتا رہا

''ہو گئی بیہوش.....!'' حمید ہنس کر بولا۔ ''اب اسے آپ گود میں اٹھایئے اور جس صوفے پر دل چاہے لٹا دیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔''

''اوہ.....تو کیا یہ.....!''

''جی نہیں.....البتہ اس کے بالوں کی رنگت بھی ویسی ہی ہے۔''

فریدی بیہوش ہو جانے والی لڑکی کو پرتفکر نظروں سے دیکھتا رہا۔

''اگر خود ہمت نہ کر سکتے ہوں تو مجھے اجازت دیجئے۔''

''اوں.....!'' فریدی چونک پڑا۔

''اٹھاؤں۔''

''بکومت۔'' فریدی نے کسی قدر تلخی کے ساتھ کہا اور پھر لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا اور اُس کی نظریں فریدی کے چہرے پر تھیں۔

دفعتاً کسی نے پھر گھنٹی بجائی۔

''اب تم دیکھو.....!'' فریدی نے حمید کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''میں آپکو اس مصیبت میں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔'' حمید نے شریر سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''جاؤ.....!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا اور حمید وہاں سے چلا گیا۔

ادھر بیہوش لڑکی کے جسم میں کسی قدر جنبش پیدا ہو چلی تھی۔ فریدی اُسے بغور دیکھتا رہا۔

پھر جیسے ہی حمید نے اُس کمرے میں قدم رکھا وہ اس طرح اٹھ بیٹھی جیسے یونہی تفریحاً بیہوشی کی ایکٹنگ کرتی رہی ہو۔

حمید کے ساتھ ایک غیر ملکی بھی تھا۔ لڑکی اُسے دیکھتے ہی چیخ پڑی۔ ''ڈیڈی.....وہ مار ڈالا گیا۔'' ساتھ ہی وہ اُس کی طرف جھپٹی بھی تھی۔

اور اب وہ اس کے سینے پر سر رکھے ہوئے کسی ننھی سی بچی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے جا رہی تھی۔ وہ ویسے بھی اُس کے سامنے ایک ننھی سی بچی معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ طویل قامت اور خاصے پھیلاؤ والے جسم کا مالک تھا۔ سن رسیدہ ہونے کے باوجود بھی مضبوط قویٰ رکھنے والا معلوم ہوتا تھا۔

''یہ کیسے ہوا.....کب ہوا.....؟'' نووارد غیر ملکی نے لڑکی کی پیٹھ تھپکتے ہوئے فریدی سے پوچھا۔

''موت کے وقت کا تعین تو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہی کر سکے گی۔'' فریدی نے اُسے

پر تجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ میری لڑکی ہے۔ اسے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ بے بی..... بے بی۔''

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کون ہو اور مرنے والے سے تمہارا کیا تعلق تھا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ فریدی اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا اور لڑکی بدستور اُس کے سینے سے لگی ہوئی سسکیاں لیتی رہی۔

فریدی نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

وہ لڑکی کو الگ کرتا ہوا بولا۔ ''میرا تعلق ایک غیر ملکی سفارت خانے سے ہے اور میں اپنے سفیر کے علم میں لائے بغیر تم سے اس سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو نہیں کر سکتا۔''

''بات قاعدے کی ہے۔'' فریدی بولا۔ ''اچھی بات ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔''

حمید کو اُس نے روزا پر نظر رکھنے کی ہدایت دی تھی اور خود اُن دونوں کے ساتھ چلا گیا تھا اور حمید کو مرنے والے کی قسمت پر رشک کرنے ہی سے فرصت نہیں مل رہی تھی۔ کیونکہ اُس کے لئے ایک نہیں بلکہ دو لڑکیاں بیہوش ہوئی تھیں۔

دو کیا اگر آدھی لڑکی بھی خود اُس کے لئے بیہوش ہونے پر تیار ہو سکتی تو کھڑے گھاٹ جان دینے پر آمادہ ہو جاتا۔ وجہ یہ تھی کہ عام طور پر لڑکیاں اُس سے فلرٹ کرتی تھیں۔ کسی نے بھی کبھی سنجیدگی سے چاہنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پیار کا بھوکا..... ازلی بھوکا۔

ناصر مرزا کی رہائش گاہ کی طرف جاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ مقدر ہی میں بوریت۔

لکھی ہوئی ہے۔ جہاں دلچسپی کے امکانات نظر آئے راہ میں کوئی دیوار بھی حائل ہوگئی۔ بھلا یہ کیا ضروری تھا کہ آرتھر آج ہی مار ڈالا جاتا اور پھر وہی لڑکی اُس سے کسی نہ کسی طرح متعلق ہوتی جس نے کچھ دیر پہلے حمید کی توجہ اپنی طرف منعطف کرائی تھی۔

ناصر مرزا اپنی کوٹھی میں موجود تھا۔ حمید کو اُس تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

''اوہ جناب.....!'' وہ پرتپاک انداز میں اُس کا استقبال کرتا ہوا بولا۔ ''آپ نہ جانے کہاں غائب ہوگئے تھے۔ کتنا تلاش کیا تھا میں نے۔ آیئے.....آیئے خوش آمدید۔''

''شکریہ جناب.....آپ کا اخلاق ہی مجھے یہاں تک کھینچ لایا ہے۔''

''تشریف رکھئے۔ آپ دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ دوستی کے لئے بڑھا ہوا میرا ہاتھ قبول کیجئے۔''

حمید نے دوبارہ بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

''کیا پئیں گے آپ.....؟'' ناصر مرزا نے پوچھا۔

''شکریہ۔ فی الحال کچھ بھی نہیں۔''

''میرے لائق اور کوئی خدمت۔''

''دراصل آپ کی مہمان کی کہانی بڑی دلچسپ تھی۔'' حمید بولا اور اُس نے محسوس کیا کہ ناصر مرزا یک بیک سنجیدہ نظر آنے لگا ہے۔

''اُس میں کون سی دلچسپی محسوس کی ہے آپ نے۔'' اس نے بے حد خشک لہجے میں پوچھا۔

''وہی یوگا وغیرہ کا چکر۔''

''سب بکواس ہے۔ وہ صرف مجھے بور کرنے کے لئے یہ سب کچھ کرتی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''وہ چاہتی ہے کہ میں اس کے پیچھے نہ لگا رہوں۔ مثال کے طور پر آج جب اُس نے ہائی سرکل کے ہال میں مجھے دیکھا تو سر کے بل کھڑی ہوگئی۔ مقصد یہ تھا کہ میں بوکھلا کر وہاں سے چلا جاؤں۔''

''بات تو ٹھیک ہے۔ آپ کی جگہ اگر میں بھی ہوتا تو ایسی صورت میں یہی چاہتا کہ وہاں میرا اس سے کسی قسم کا تعلق نہ ظاہر ہونے پائے۔''

''لیکن اب میں اس کی پرواہ نہیں کرتا۔'' ناصر مرزا نے کسی قدر غصیلے لہجے میں کہا۔ ''آپ نے دیکھا ہی ہے کہ میں وہاں سے ٹلا نہیں تھا اور آپ سے اس کے بارے میں گفتگو بھی کی تھی۔''

''جی ہاں..... مجھے یاد ہے۔ لیکن آخر وہ ایسا کیوں چاہتی ہیں۔''

''سنئے جناب..... میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں اور کوئی بھی ذمہ دار آدمی کسی نیم دیوانے کو اس کے حال پر نہیں چھوڑ سکتا۔''

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''وہ لڑکی نیم دیوانی ہے۔ اس لئے باہر بھی مجھے اس کی نگرانی کرنی پڑتی ہے اور کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ اس کے پیچھے کیوں گئے تھے؟''

''میں.....!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''جی ہاں..... آپ۔''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی جناب۔''

''بتاؤ۔'' ناصر مرزا چیخ کر کھڑا ہوگیا۔ ''تمہارے ڈی آئی جی تک کے کان کھینچ سکتا ہوں۔ تم کیا چیز ہو۔''

''کان آپ صرف اوپر ہی والوں کے کھینچ سکتے ہوں گے۔ ہم بیچارے اس قابل کہاں۔''

''میں پوچھ رہا ہوں تم نے روزا کے ساتھ کیا کیا ہے۔''

''یقیناً آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں مرزا صاحب۔''

''کیا مجھے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔'' ناصر مرزا کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

''دیکھئے..... یہ طریقہ نہیں ہے بات کرنے کا۔'' حمید اس کے غصے کی پرواہ کئے بغیر نرم لہجے میں بولا۔ ''پہلے کھل کر الزام لگائیے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ اُس میں کہاں تک صداقت ہے۔''

''کیپٹن حمید میں بہت بُرا آدمی ہوں۔''

''میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

پھر آہستہ آہستہ اُس کے بگڑے ہوئے خط و خال معمول پر آتے گئے اور تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔''واپسی پر وہ بہت خائف نظر آتی تھی اور ابھی تک اپنے کمرے میں بند ہے۔ لاکھ کوششوں کے باوجود بھی اُس نے دروازہ نہیں کھولا۔''

حمید نے طویل سانس لی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا۔

''میں یہیں موجود ہوں۔ انہیں بلا لایئے۔ اگر وہ کہہ دیں کہ مجھے پہچانتی ہیں تو پھر آپ کو اختیار ہے۔ کھینچ لیجئے گا میرے ڈی آئی جی کے کان۔''

''تم نیک نام نہیں ہو۔''

''کچھ ایسا زیادہ بدنام بھی نہیں ہوں۔ دنیا میں شائد ہی کوئی ایسی لڑکی مل سکے جس نے کبھی میری وجہ سے اپنے کمرے میں اس طرح بند ہونا پسند کیا ہو۔''

''تم کہنا کیا چاہتے ہو۔''

''مرزا صاحب میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''اس وقت یہاں کیوں آئے ہو۔''

''روزا اپ سیڈاؤن کی کہانی نامکمل رہ گئی تھی۔ اشتیاق تھا کہ ان کے بارے میں کچھ اور معلوم کروں۔''

''تم نے اُس کا تعاقب کیوں کیا تھا۔''

''انہیں سے پوچھ لیجئے۔''

''وہ دروازہ ہی نہیں کھولتی۔''

''کبھی تو کھولیں گی اور میں کوئی ایسا غیر معروف آدمی بھی نہیں ہوں کہ دوبارہ ہاتھ نہ آسکوں۔ لیکن جب آپ اُن کی نگرانی کیا ہی کرتے ہیں تو اُس وقت کیوں چوک گئے۔ جب میں ان کے پیچھے جا رہا تھا۔''

''پتہ نہیں کیوں مجھے اُس پر غصہ آ گیا تھا اور میں نے کہا تھا جہنم میں جائے۔''

''کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہر وقت اُن کی نگرانی کرتے رہیں۔''

''کیوں نہیں..... اُس کی ذمہ داری ہے مجھ پر۔''

''لیکن یہ آپ کے لئے ممکن نہیں..... ظاہر ہے کہ بے حد مصروف آدمی ہیں۔''

''ہاں..... یہی بات ہے۔''

''اچھی بات ہے۔ اب آپ بے فکر ہو جایئے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''میں آپ کے لئے اُن کی نگرانی کروں گا۔''

''تم.....؟''

''ہاں..... ہاں..... آپ کو حیرت کیوں ہے؟''

''نہیں نہیں۔ میں خالہ بلی سے گوشت کی رکھوالی نہیں کرا سکتا۔''

''افسوس.....!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''دنیا نے مجھے بالکل نہیں سمجھا ہے۔''

ناصر مرزا کچھ نہ بولا۔ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر آہستہ سے بولا۔ ''مجھے منظور ہے۔ لیکن تم صرف نگرانی کرو گے۔ اُس کے تحفظ کے نکتہ نظر سے۔ اُس سے مل بیٹھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔''

''لاحول ولا قوۃ..... بھلا مل کر کیا کروں گا۔''

ناصر مرزا نے اُسے گھور کر دیکھا لیکن وہ احمقانہ انداز میں اس طرح اُس کی طرف دیکھے جا رہا تھا جیسے اپنے سوال کا جواب چاہتا ہو۔

ناصر مرزا نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ''نہیں تم رہنے دو۔ میں اس سلسلے میں کرنل فریدی سے گفتگو کروں گا۔''

حمید نے طویل سانس لی۔

''لیکن.....!'' وہ سنجیدگی اختیار کرتا ہوا بولا۔ ''آپ اس لڑکی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''آپ جانتے ہی ہوں گے کہ کرنل نے ابھی تک شادی نہیں کی۔''

''تو پھر.....؟''

''انہیں ایک ایسی عورت کی تلاش ہے جو عام عورتوں سے مختلف ہو۔'' حمید کئی ٹھنڈی سانسیں لے کر بولا۔ ''اور آپ کی روزا اپ سیڈاؤن تو مختلف ترین ہیں۔''

''میرا مذاق اڑانا چاہتے ہو۔'' ناصر مرزا پھر بھڑک گیا۔

''جی نہیں..... میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ قابل اعتماد کرنل نہیں ہو سکتے۔''

''فضول باتیں ختم کرو۔'' ناصر مرزا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''آخر وہ اتنی خوفزدہ کیوں ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''جتنی جلد ممکن ہو سکے اُن سے اس کی وجہ معلوم کیجئے۔''

''وہ دروازہ ہی نہیں کھولتی۔'' ناصر مرزا کے لہجے میں بے بسی تھی۔

''میں کوشش کروں۔'' حمید نے لہک کر پوچھا۔

''چلو اٹھو..... مجھے بڑی تشویش ہے۔''

وہ روزا کی خواب گاہ کے قریب پہنچ کر رک گئے۔

حمید نے دروازے پر دستک دی۔ لیکن اندر سے جواب نہ ملا۔

قفل کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ وہ سامنے مسہری پر چاروں خانے چت پڑی تھی۔ گردن تکیے سے ڈھلک گئی تھی۔

''ذرا دیکھئے۔'' حمید ایک طرف ہٹ کر قفل کے سوراخ کی جانب انگلی اٹھا کر بولا۔

ناصر مرزا نے بھی جھانک کر دیکھا اور حمید کو اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار نظر آئے۔

اب ناصر مرزا زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ حمید نے پھر قفل کے سوراخ سے آنکھ لگا دی۔

اس شور وغل کے باوجود بھی روزا کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔

''یہ کیا مصیبت ہے۔'' ناصر مرزا بالآخر بے بسی سے بولا۔

''دروازہ کھولنے کی فکر کیجئے جناب..... حالات غیر معمولی ہیں۔ گہری سے گہری نیند کا سلسلہ بھی اس شور قیامت سے ٹوٹ جاتا۔''

''یعنی..... تت..... تت..... تو کیا.....؟''

''کوئی رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ دروازہ کھلوایئے۔''

''کوئی دوسری کنجی نہیں۔''

''اچھا تو ٹھہریئے۔'' حمید نے کہا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے پرس نکالا۔ اس کے ایک خانے میں کئی نوکیلے اور باریک اوزار نظر آرہے تھے۔ حمید نے ایک اوزار منتخب کرتے ہوئے پوچھا۔ ''اجازت ہے؟''

''ہاں ہاں..... میاں جلدی کرو۔ خدا کرے کھل جائے۔''

حمید نے ذرا ہی سی دیر میں قفل کھول لیا۔

ناصر مرزا بڑے بیتابانہ انداز میں اندر داخل ہوا تھا۔ روزا اب بھی جوں کی توں پڑی نظر آئی۔ قریب پہنچ کر ناصر نے اُسے جھنجھوڑا اور پھر آوازیں دیں۔ لیکن اس کی آنکھوں کے پپوٹوں میں جنبش تک نہ ہوئی۔ سانس چل رہی تھی اور ہاتھ پیر ڈھیلے تھے۔

''کیپٹن حمید..... اب کیا کریں۔'' ناصر مرزا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''فوراً کسی اچھے ڈاکٹر کو طلب کیجئے۔'' حمید نے کہا اور متجسسانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

دفعتاً اُس نے سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑے اور روزا کے سرہانے جھک پڑا۔ تکیے کے نیچے سرخ رنگ کی ایک شیشی جھانک رہی تھی۔ اُس نے اُسے نکال کر اُس کا لیبل پڑھا اور ناصر مرزا کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''یہ شیشی بالکل خالی ہے۔ اگر روزا ہی نے اسے خالی کیا ہے تو جلدی کیجئے..... ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کرنا چاہئے۔''

پھر بڑی بوکھلاہٹ کے عالم میں انہوں نے اُس کو ایک گاڑی میں ڈالا تھا اور قریبی ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

''کیپٹن حمید پلیز.....!'' ناصر مرزا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔''اب میری عزت تمہارے ہاتھ ہے۔''

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''یہ اقدام خودکشی کا کیس نہ بننے پائے۔''

''پھر آپ ڈاکٹر کو کس طرح مطمئن کریں گے۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ سب کچھ تمہیں کرنا ہے۔''

''آپ نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے۔'' حمید پرتشویش لہجے میں بولا۔

کرنل فریدی حمید کہ کہانی بغور سنتا رہا۔ جب وہ لڑکی کو ہسپتال لے جانے والے حصے پر پہنچا تو اُس نے اُسے ٹھہرنے کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔''بس اب صرف اتنا بتا دو کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی۔''

''زندہ ہے.....لیکن ابھی تک ہوش میں نہیں آئی۔''

''بھلا تم ناصر مرزا کی مدد کیسے کرو گے۔''

''ہمتِ مرداں مدد خدا۔''

''اوہ.....تو تم اسے اقدام خودکشی کا کیس نہیں بننے دو گے۔''

''ناصر مرزا بُری طرح گڑگڑا رہا تھا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ بہت اچھے موڈ میں ہے۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''تم فکر نہ کرو..... میں ڈاکٹر سعید کو اس پر آمادہ کرلوں گا کہ وہ اسے مرگی کے کیس کی حیثیت سے رجسٹر کرلے۔''

''تھینک یو باس.....!'' حمید نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور پھر بولا۔ ''آپ اتنے مہربان کیوں ہیں۔''

''ناصر مرزا کے گھرانے سے ہمارے قدیم تعلقات ہیں۔''

''آپ نے اُن دونوں کے بارے میں کیا معلوم کیا۔''

''باپ بیٹی۔ سفارت خانے کا آفیسر ہے۔ لڑکی اردو پڑھنے کی بے حد شائق ہے۔ مقتول آرتھر چیمپئن اُس کا کلاس فیلو رہ چکا ہے۔ دونوں میں گہری دوستی تھی۔''

''کیا اردو پڑھنے کے شوق کا تذکرہ بھی کوئی اہمیت رکھتا ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اردو میں تم مجھ سے زیادہ قابل ہو۔ ٹیوٹر کی حیثیت سے تمہارا تذکرہ کردیا ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''تم اُسے اردو پڑھاؤ گے۔''

''لیکن میں تو روزا.....!''

''فکر نہ کرو..... اگر وہ بچ بھی گئی تو کافی عرصہ تک بستر سے اٹھ بھی نہ سکے گی۔''

''کیوں.....؟''

''جس خواب آور دوا کا تذکرہ تم نے کیا تھا وہ ایسی ہی ہے۔''

''کیا آپ کسی نتیجے پر پہنچے ہیں۔''

''ابھی تک تو ایسی کوئی بات نہیں۔''

''آپ کسی خاص نتیجے پر پہنچے بغیر.....!''

''ختم بھی کرو۔'' وہ اُس کی بات کاٹ کر بولا۔''اب ہمیں سونا چاہئے۔ کتنی رات گزر گئی۔''

حمید نے بھی اس سارے کارنامے کو اپنے ذہن سے نکال دینے کی کوشش شروع کر دی لیکن یہ اتنا آسان نہیں تھا کیونکہ اس کہانی میں ایک لڑکی کا مزید اضافہ ہو گیا تھا اور وہ اردو پڑھنے کی شائق تھی۔ اگر حمید نے اُسے دیکھا نہ ہوتا تو شائد اردو پڑھانے کا خود بھی اتنا شائق نظر نہ آتا کہ دیکھنے والے اُسے بے خوابی کا مریض سمجھ بیٹھتے۔ وہ اپنی خواب گاہ میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔

اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر ایک بار ڈائیل گھمایا۔

دوسری طرف سے ریسیور اٹھانے کی آواز آئی۔

''میر تقی میر نے پریشان کر رکھا ہے۔'' حمید نے ماؤتھ پیس میں کہا۔''میں اس وقت اردو پڑھانا چاہتا ہوں۔''

''سو جاؤ.....'' دوسری طرف سے فریدی کی بھرائی ہوئی آواز آئی۔''بور مت کرو۔''

اور پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سنائی دی۔ حمید نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور بستر پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ پتہ نہیں روزا کن حالات سے گزر رہی ہوگی۔

اُس نے ہسپتال فون کر کے اُس کے بارے میں معلوم کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

لیکن اب سوچ رہا تھا کہ کم از کم ناصر مرزا سے فون پر ضرور رابطہ قائم کرنا چاہئے۔

اُس نے گھر کی لائنوں کا پلگ فون سے نکال کر ڈائریکٹ لائن کا پلگ لگا دیا اور ناصر مرزا کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا لیکن جواب دینے والے نے ناصر مرزا سے رابطہ قائم کرنے کے لئے کوئی اور نمبر بتایا تھا۔

حمید نے وہ نمبر بھی ڈائیل کئے اور ناصر مرزا کا نام لیا۔ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔''کون ہے۔''

''مسٹر ناصر مرزا۔''

''ہاں ہاں..... میں ہی بول رہا ہوں..... تم کون ہو۔''

''کیپٹن حمید۔''

''اوہ.....زندہ باد پیارے.....زندہ باد.....میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں یہ سب کچھ نشے میں بک رہا ہوں۔تم بہت پیارے آدمی ہو۔''

''روزا کا کیا حال ہے۔''

''وہ ہوش میں آ گئی ہے۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اُسے پندرہ بیس دن تک آرام کرنا چاہئے۔ بستر سے بھی نہ ہلے اور سنو.....معاملہ مرگی کے دورے پر ٹل گیا ہے۔واقعی تم حیرت انگیز ہو۔ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا مرزا صاحب آپ فکر نہ کیجئے۔ اکثر مرگی کے دورے خطرناک بھی معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ کیپٹن حمید میں تمہارا شکر گزار ہوں۔''

''کرنل صاحب سے بھی آپ لوگوں کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔''

''میں کمال سے نہیں کہنا چاہتا تھا..... پتہ نہیں کیوں اُس کے سامنے کسی معاملے میں بھی زبان نہیں کھلتی حالانکہ مجھ سے عمر میں بہت چھوٹا ہے۔''

''میرے لائق اور کوئی خدمت.....!''

''گھر پڑے کیا کر رہے ہو۔ یہاں آ جاؤ.....اس وقت میں اپنی بہشت میں ہوں۔ یہ جنت میرے والد حضور نے تعمیر کرائی تھی۔''

''پتہ بتایئے۔''

''رافیلہ منزل۔''

''وہ.....وہ.....آپ کی ہے.....اوہو.....عرصہ سے خواہش تھی، بڑے تذکرے سنے ہیں اُس کے۔''

''یہ جنت میرے والد حضور نے اپنی محبوبہ کے لئے تعمیر کرائی تھی۔ اُس وقت اس کا نام گل نسرین تھا۔نسرین دراصل اُن کی محبوبہ کا نام تھا۔''

''آپ نے نام کیوں بدل دیا۔''

''بھئی نہ وہ خود رہے اور نہ وہ نسرین صاحبہ۔ میں نے کہا میں اب کیوں نہ اسے اپنی

محبوبہ کے نام سے منسوب کردوں۔''

''تو یہ رافیلہ.....آپ کی۔''

''ہاں یہ میری محبوبہ ہے۔''

''بڑا عجیب سا نام ہے۔''

''نام ہی کی طرح وہ خود بھی عجیب ہے۔تم باتوں میں وقت ضائع کررہے ہو۔آنا ہوتو آجاؤ.....آج کا پاسورڈ فرزین ہے۔''

''پاسورڈ.....!''

''ہاں..... ہاں.....تمہیں حیرت کیوں ہے۔ یہ جرم تو نہیں ہے کیپٹن حمید۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں ہر قسم کے لوگ پہنچ سکیں۔لہٰذا میں نے داخلے کے لئے پاسورڈ سسٹم رکھا ہے اور ہاں سنو یہاں تمہیں بہت اونچے اونچے لوگ ملیں گے اور تمہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم اُن سے برابری کا سلوک کرو گے۔رافیلہ منزل میں سب برابر ہیں۔''

''میں ابھی آیا۔'' حمید نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

گھڑی ایک بجا رہی تھی۔ اُس نے بڑی تیزی سے لباس تبدیل کیا اور کمرے سے نکل کر گیراج کی طرف چل پڑا۔

کیڈی باہر ہی کھڑی ہوئی ملی۔ جیسے ہی اُس کے قریب پہنچا اندر سے آواز آئی۔

''تشریف رکھئے جناب۔''

حمید بھنا کر رہ گیا۔

''آپ میری کالیں ٹیپ کرتے ہیں۔'' وہ پھاڑ کھانے کے انداز میں بولا۔

''میری خوش قسمتی ہے کہ آج کا پاسورڈ اس طرح معلوم ہوگیا۔'' فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔''آپ ہی کی طرح مجھے بھی رافیلہ منزل دیکھنے کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ بیٹھ جائیے.....بیٹھ جائیے۔''

''اب تو ہرگز نہ جاؤں گا۔''

''ضد نہ کرو.....وہاں تنہا جانے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں۔ورنہ.....!''

حمید نے اس کے برابر بیٹھنے کی بجائے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا اور دھم سے بیٹھ گیا۔

گاڑی پھاٹک سے گزرتی چلی گئی۔حمید کا غصہ ابھی تک فرو نہیں ہوا تھا۔بس وہ یہی سوچے جارہا تھا کہ فریدی نے اُس کی پرائیویٹ کال کیوں سنی۔

''دماغ ٹھنڈا ہوا یا نہیں۔''اگلی سیٹ سے فریدی کی آواز آئی۔

''آخر اس کا مطلب کیا ہے۔''

''کوئی نہ کوئی مطلب تو ضرور رہا ہوگا۔کیونکہ میں تمہاری طرح وقت ضائع کرنے کا عادی نہیں۔''

اس بار فریدی کے لہجے کی سنجیدگی نے اُسے آہستہ آہستہ ٹھنڈا کردیا لیکن وہ سختی سے ہونٹ پر ہونٹ جمائے خاموش بیٹھا رہا۔

''بولتے رہو.....ورنہ مضمحل ہوجاؤ گے۔''فریدی نے کچھ دیر بعد کہا۔''بُرا ماننے کی ضرورت نہیں۔میں تمہاری کم از کم ایک کال ضرور ٹیپ کرنا چاہتا تھا اور وہ کال ناصر مرزا کیلئے ہوتی۔''

حمید کچھ نہ بولا۔فریدی بھی خاموش ہوگیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حمید نے کہا۔''آپ صرف پاسورڈ معلوم کرنا چاہتے تھے۔''

''ہاں.....!''

''کیا آپ براہ راست ناصر مرزا سے نہیں معلوم کرسکتے۔کیا آپ اُس سے خواہش نہیں ظاہر کرسکتے تھے کہ آپ اُس جنت کو دیکھنا چاہتے ہیں جو اُسکے باپ نے اپنی محبوبہ کیلئے بنوائی تھی۔''

''نشے میں بکواس کررہا تھا یہ عمارت اُسی نے بنوائی ہے۔''

''بہرحال آپ اُس کی اجازت سے وہاں جاسکتے تھے۔''

''بکواس مت کرو۔جو میں مناسب سمجھتا ہوں کرتا ہوں۔''

رافیلہ منزل ایک بہت بڑی عمارت تھی۔کئی ایکڑ کے رقبے میں ایسی ہی چہار دیواری سے گھری ہوئی عمارت جیسی قدیم زمانے کے قلعوں کے گرد تعمیر کی جاتی تھیں۔

داخلے کا پھاٹک بھی خاصے تزک و احتشام کا مظہر تھا۔ دو باوردی اور مسلح سنتری ہر وقت پہرے پر رہا کرتے۔

فریدی نے پھاٹک کے سامنے گاڑی روکی۔ ایک سنتری اُن کے قریب آیا۔

حمید نے کھڑکی سے منہ نکال کر پاسورڈ دہرایا۔

''کیپٹن حمید سر.....!'' سنتری نے پوچھا۔

''کرنل فریدی اینڈ کیپٹن حمید۔'' حمید بولا۔

''صرف کیپٹن حمید جناب۔ ہمیں آپ کے لئے ہدایت ملی ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔'' حمید کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

دفعتاً فریدی اُس کی طرف مڑ کر بولا۔ ''نہیں ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا۔''

حمید نے اُسکے لہجے میں کوئی خاص بات محسوس کی لیکن فوری طور پر اُسے معنی نہ پہنا سکا۔

وہ چپ چاپ گاڑی سے اُتر گیا۔ پھر اُسی سنتری کی رہنمائی میں وہ پھاٹک سے گزرا تھا۔

اندر داخل ہوتے ہی اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے مغل طرز کے کسی باغ میں قدم رکھا ہو۔

سنتری کی حد ختم ہو چکی تھی اور اب ایک مرصع لباس خادم اس کی رہنمائی کر رہا تھا۔ حمید کا خیال تھا کہ ناصر مرزا نے اُس کی آسانی کے لئے اُس خادم کو وہاں بھیجا ہوگا۔

اس طویل و عریض چہار دیواری کے اندر جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی خوبصورت عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ روشنی کا ایسا اچھا انتظام تھا کہ شائد ہی وہاں کا کوئی گوشہ تاریک رہا ہو۔

چاروں طرف سرسبز قطعات کے درمیان سرخ بجری والی روشوں کے جال بچھے نظر آ رہے تھے۔ خادم اُسے درختوں کے ایک جھنڈ سے گزارتا ہوا ایسی جگہ لایا کہ اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

یہ ایک چھوٹی سی مصنوعی جھیل تھی۔ جس میں کئی خوبصورت کشتیاں تیر رہی تھیں۔ پوری جھیل پر ایسی روشنی تھی کہ دن کا گمان گزرتا تھا۔

خادم اُسے کنارے سے لگی ہوئی ایک کشتی کے قریب لایا۔ اُس کشتی میں ناصر مرزا تنہا تھا۔ اُس کے قریب سرخ رنگ کی ایک بڑی سی بلی بیٹھی ہوئی تھی۔

''آؤ.....آؤ.....میرے دوست.....میں تمہارا منتظر تھا۔'' ناصر مرزا نے اپنی نشے میں ڈوبی ہوئی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

حمید کشتی میں اُتر گیا۔ وہ اُس کے بوجھ سے ڈولی تھی۔ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے حمید نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

خادم اب مؤدبانہ انداز میں خشکی پر کھڑا تھا۔

''چلو.....!'' ناصر مرزا نے اس کی طرف ہاتھ ہلا کر کہا اور وہ کشتی میں آ کر بیٹھا۔ چپو سنبھال لئے۔ کشتی آہستہ آہستہ گہرے پانی میں تیر گئی۔

حمید نے ناصر مرزا کو بتایا کہ فریدی باہر موجود ہے۔

''بن بلائے مہمانوں کو برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہے کیپٹن حمید۔'' ناصر مرزا کا لہجہ خشک تھا۔

ایسی بے مروتی کی توقع حمید کو نہیں تھی۔ وہ تو سمجھا تھا کہ فریدی کا نام سنتے ہی ناصر مرزا خود ہی استقبال کے لئے دوڑا جائے گا۔

کشتی آہستہ آہستہ تیرتی رہی۔ دوسری کشتیوں پر بھی لوگ نظر آ رہے تھے۔ اُن میں سے بہتیرے حمید کے لئے اجنبی نہیں تھے۔ کوئی کسی وزارت کا سیکریٹری تھا کوئی کسی محکمہ کا ڈائریکٹر جنرل۔ کچھ غیر ملکی بھی دکھائی دیئے۔

''تم کون سی پیتے ہو کیپٹن.....!'' ناصر مرزا نے کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا اور حمید کے جواب پر حیرت زدہ نظر آنے لگا۔ کچھ اس طرح اُسے دیکھے جا رہا تھا جیسے اچانک اُس کے دم نکل آئی ہو۔

دفعتاً چاروں طرف تیز قسم کی موسیقی گونجنے لگی۔ الیکٹرک لیمپ پر بڑی خوشگوار دھن چھیڑ دی گئی تھی۔

ناصر مرزا اپنی سرخ رنگ کی بلی کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''اس رنگ کی بلی میرے لئے محبوبہ ہے۔'' حمید بولا۔

''یہ رافیلہ ہے۔''

''رافیلہ .....یعنی کہ.....!''

''ہاں اسی کے نام سے منسوب ہے یہ جگہ۔''

''لیکن آپ نے تو.....!''

ناصر مرزا کے قہقہے نے اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔

''کیپٹن حمید.....یہی ہے میری محبوبہ۔''

''کہیں کوئی سبز رنگ کی ملے تو مجھے بھی دلوا دیجئے۔''

''اس کی عادت ہے کہ وقت ضرورت اپنی کھال بدل دیتی ہے۔ ہوسکتا ہے کبھی تم اسے سبز رنگ میں بھی دیکھو۔''

حمید محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ ایک بے فکرے کے سے انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔ حمید نے روزا کا ذکر چھیڑنا چاہا لیکن ناصر مرزا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''غیر ضروری باتیں نہیں۔ اس جنت میں سب کچھ بھلا دیا جاتا ہے۔ تم بھی یہ نہ سوچو کہ فریدی اس وقت پھاٹک پر کھڑا احمقوں کی طرح سر کھجا رہا ہوگا۔''

''آپ کی کشتی میں کوئی لڑکی نہیں ہے۔ حالانکہ دوسری کشتیوں میں نظر آ رہی ہیں۔''

''میری محبوبہ کسی عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔''

''تو آپ اپنی کشتی پر تنہا ہوتے ہیں۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ میں تنہا کب تھا۔ رافیلہ تھی میرے ساتھ۔''

''فلمی گانوں کی نقل اتار سکتی ہے یا نہیں۔''

''کیا تم میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔''

''پھاٹک لگا دوں گا کشتی سے اگر آپ نے میری نیت پر شبہ کیا۔ میں نے اتنی محبت آج

تک اور کسی سے نہیں محسوس کی جتنی آپ سے کر رہا ہوں۔''

ناصر مرزا نے اس طرح اس کی طرف دیکھا جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ ہو۔

موسیقی کی دھن بدل گئی تھی۔ غالباً چا چا قسم کی کوئی پرشور موسیقی تھی اور اب اس میں مزید کئی ساز شامل ہو گئے تھے۔

''آپ کا آرکسٹرا بھی شاندار ہے۔'' حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

''سب کچھ شاندار ہے لیکن کسی طرح بھی سکون قلب حاصل نہیں۔''

''آپ بلی بدل دیجئے۔ کتنے عرصہ سے ہے آپ کے پاس۔''

''تم سے مطلب.....!'' ناصر مرزا جھنجھلا گیا۔

''آپ کے بھلے کو کہہ رہا تھا۔ آپ بگڑ گئے۔''

''بور مت کرو کیپٹن حمید۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ اُس کی نظر قریب سے گزرنے والی ایک کشتی پر پڑ گئی تھی اور اس نے متحیرانہ انداز میں اپنے ہونٹ سکوڑے تھے۔ اُسے اس کشتی میں وہی لڑکی دکھائی دی تھی جس کے متعلق فریدی نے اُسے بتایا تھا کہ وہ اردو پڑھنا چاہتی ہے۔

اُس نے سوچا کیا آرتھر کی موت میں ناصر مرزا ہی کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ ناصر مرزا روزا کی نگرانی کرتا تھا اور روزا اُس سے پیچھا چھڑانے کے لئے پبلک مقامات پر بھی ایسی حرکتیں کر گزرتی تھی جو اُس کے شایان شان نہیں تھیں۔

آرتھر سے غالباً وہ اُس کی لاعلمی میں ملتی تھی اور آرتھر ہائی سرکل کے منیجر سے اُس کے بارے میں معلومات حاصل کرتا تھا۔

''وہ لڑکی مجھے گھور رہی ہے۔'' دفعتاً حمید نے خوفزدہ لہجے میں ناصر مرزا سے کہا۔

''کون لڑکی.....!'' ناصر مرزا چونک پڑا۔

حمید نے لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''اوہ.....وہ.....کلارا ہے۔''

''بڑی واہیات کلارا ہے۔ پچھلے سال میں نے ایک کلارا دیکھی تھی وہ تو ایسی نہیں تھی۔''

ناصر مرزا اپنی بلی کو گھورے جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اُس پر کلارا کے تذکرے کا ردعمل دیکھنا چاہتا ہو۔

اتنے میں وہ کشتی قریب آ گئی حمید نے اُس غیر ملکی کو بھی پہچانا جو اُس لڑکی کے بعد آرتھر کے مکان میں داخل ہوا تھا۔

''ہلو مرزا.....!'' غیر ملکی نے ناصر مرزا کو مخاطب کیا۔

''ہیلو.....ڈیل۔''

''تم کچھ بجھے بجھے سے نظر آ رہے ہو۔''

''نہیں ایسا تو نہیں۔ ایک بہت زندہ دل آدمی میرے پاس موجود ہے۔''

بوڑھا بھی حمید کی طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔ ''کچھ جانی پہچانی سی شکل ہے۔''

''یہی تو خاص بات ہے اس شکل میں۔'' حمید نے مسکرا کر کہا اور جیب سے تمباکو کی پاؤچ نکال کر پائپ بھرنے لگا۔

دونوں کشتیاں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ دفعتاً لڑکی نے ناصر مرزا سے کہا۔ ''اس زندہ دل آدمی کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم بور ہو رہے ہیں۔''

''اگر اس شریف آدمی کو کوئی اعتراض نہ ہو۔'' ناصر مرزا حمید کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ حمید پائپ سلگا رہا تھا۔

''مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب۔'' حمید نے ہونٹوں سے پائپ نکال کر کہا۔

''مجھے خوشی ہوگی اگر آپ کے مہمانوں کو انٹرٹین کر سکوں۔''

ناصر مرزا کے اشارے پر خادم نے کشتی دوسری کشتی سے ملا دی اور حمید اُس پر اُتر گیا۔

''خوش آمدید۔'' لڑکی مسکرائی۔

''شکریہ۔'' حمید نے معمر آدمی کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کیپٹن ساجد حمید۔''

''روپن ڈیل.....اور یہ کلارا ڈیل ہے.....میری بیٹی۔ ہم غالباً پہلے بھی مل چکے ہیں۔''

''ہاں.....!'' حمید نے ناصر مرزا کی کشتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جواب اُن سے کافی فاصلے پر تھی۔

''لیکن یہ یاد نہیں آ رہا کہ کہاں دیکھا تھا۔''

''دن کی بات ہے۔ ہم آرتھر چیمپئن کے مکان پر ملے تھے لیکن اُس وقت وہاں اُس کی لاش موجود نہیں تھی۔''

''اوہ.....خدا کی پناہ.....یہ ذکر کیوں نکل آیا۔'' ڈیل نے کلارا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کوئی بات نہیں ڈیڈی۔'' کلارا نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''وہ میرا بڑا اچھا دوست تھا۔ وقتاً فوقتاً یاد آتا ہی رہے گا۔''

''مجھے بے حد افسوس ہے۔'' حمید نے اپنے چہرے پر غمناک تاثر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''اُوہ.....نہیں.....بھول جاؤ۔ میں ہنسنا چاہتی ہوں۔'' لڑکی جلدی سے بولی۔ ''تمہارے ساتھ جو آفیسر تھا۔''

''وہ میرا چیف تھا۔''

''بہت نرم دل اور مہربان آدمی ہے۔ بڑا عجیب تھا وہ.....!''

حمید کباب ہو کر رہ گیا۔ کچھ بولا نہیں۔

دفعتاً بوڑھے نے کہا۔ ''میں تو اب تھک گیا ہوں۔''

''میں ابھی کچھ دیر اور جھیل میں رہنا چاہتی ہوں۔'' کلارا نے کہا۔

''میں بار میں بیٹھوں گا.....تم وہیں آ جانا۔''

کشتی کنارے جا لگی۔ بوڑھا اُتر گیا۔ اب حمید اور لڑکی تنہا رہ گئے۔ کشتی کھینے والا تو ایسا لگ رہا تھا جیسے گونگا اور بہرا ہو۔

''یہاں کی پولیس بڑی شائستہ ہے۔ تمہارے چیف نے مجھ سے کچھ بھی تو نہیں پوچھا۔'' کلارا بولی۔

''میں نے بھی تو کچھ نہیں پوچھا۔''

''ہاں.....تم نے بھی نہیں پوچھا۔''

''پھر تم چیف ہی کی تعریفیں کیوں کئے جارہی ہو۔''

''تمہیں تو میں ابھی جانتی ہی نہیں۔''

''اور اُسے کتنے سال سے جانتی ہو۔''

''اوہ کیا بتاؤں..... بڑی عجیب شخصیت تھی۔ مجھے تو ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اُسے سالہا سال سے جانتی ہوں۔ زندگی کے ہر موڑ پر وہ مجھے نظر آیا ہو۔''

''پلیز.....مس ڈیل.....بس.....!''

''کیا مطلب.....؟''

''جہاں اُس شخص کا تذکرہ ہوتا ہے وہیں آدھمکتا ہے اور میں اس وقت اُس کی موجودگی قطعی پسند نہ کروں گا۔''

''آخر کیوں.....؟''

''وہ عورتوں سے ڈرتا ہے اور مجھے بھی ڈراتا رہتا ہے۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''ارے ابھی پچھلے ہی سال کی بات ہے ایک عورت نے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ تڑ سے گرے اور بیہوش ہوگئے۔ تین دن ہسپتال میں پڑے رہے تھے۔''

کلارا ہنس پڑی اور پھر اُسے منہ چڑھا کر بولی۔''اوہ تم بڑے جیالے ہو۔''

''اس میں کوئی شبہ نہیں۔ دیکھو تم سے کتنے مزے سے گفتگو کررہا ہوں۔ ہکلایا ہوں ایک بار بھی؟''

''اوہ تو کیا تمہارا چیف.....!''

''عورتوں سے گفتگو کرتے وقت بُری طرح ہکلاتا ہے اور تم سمجھ رہی ہو کہ ازراہ مہربانی تم سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔''

''اچھا بس ختم کرو۔ اب میں تمہارے بارے میں گفتگو کروں گی۔''

نہ جانے کیوں حمید کو جھرجھری سی آئی۔ وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ اُس نے سوچا کیوں نہ کام کی باتیں کی جائیں۔

روزا اُس کے ذہن میں کھٹک رہی تھی۔ اُس نے سوچا ممکن ہے کہ یہ لڑکی اس کے بارے میں کچھ بتا سکے۔

''مرزا کے دوست عجیب و غریب ہیں۔'' کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

''کیوں؟ ہم میں کون سی عجیب بات نظر آئی۔'' لڑکی چونک کر بولی۔

''تمہاری بات نہیں۔ مرزا کے ساتھ میں نے ایک عجیب و غریب لڑکی دیکھی ہے۔''

''اوہ سمجھی.....وہ اپ سائیڈ اون.....!''

''ہے نا عجیب.....ادھر غصہ آیا اور اُدھر وہ سر کے بل کھڑی ہو گئی۔ اکثر لوگوں کی زبانی اس کے حسن کی بھی تعریف سنی ہے۔ لیکن کیا تم اُسے حسین کہہ سکتی ہو۔''

''پتہ نہیں.....میں نے اُسے کم ہی دیکھا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ تم اُس سے کہیں زیادہ حسین ہو۔ جب تم ہنستی ہو تو تمہارے گالوں میں خفیف سے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ بالکل ایسا لگتا ہے جیسے کوئی فاختہ پُھر سے اڑ گئی ہو۔''

''بڑی عجیب تشبیہہ ہے۔''

''تشبیہات کا بادشاہ ہوں۔ لیکن کیا وہ لڑکی پاگل نہیں ہے۔''

''تم نے اس لڑکی کا ذکر کیوں نکالا ہے۔''

''مرزا اُس کی وجہ سے بہت نروس رہتا ہے۔''

''اُس کے کسی دوست کی لڑکی ہے۔'' کلارا بولی۔

''آج میں نے اُسے ہائی سرکل میں سر کے بل کھڑے دیکھا تھا۔''

''میں کہتی ہوں کیا تم اُسی کے تذکرے کے لئے اس کشتی پر آئے تھے۔''

''میں معافی چاہتا ہوں مس ڈیل۔ دراصل ہماری زندگیاں بوریتوں ہی میں بسر ہوتی

ہیں۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں آرتھر چیمپین کا ذکر نہ نکل آئے۔ اسی لئے ادھر اُدھر کی ہانک رہا تھا۔ جب تک چیمپین کا قاتل ہاتھ نہ آ جائے ہمارے ذہن الجھے رہیں گے۔''

''اوہو..... کیا وہ ہارٹ فیلیور کا کیس نہیں ہوسکتا۔''

''نہیں مس ڈیل..... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اُس کی گردن کی ہڈی توڑی گئی ہے۔ کسی اچانک حادثہ کی بناء پر اُس کی موت واقع نہیں ہوئی۔''

''یہ بڑی حیرت انگیز بات ہے کیپٹن۔ میں اُسے بچپن ہی سے جانتی تھی۔ وہ ایسا تو نہیں تھا کہ کوئی اُس کی گردن آسانی سے توڑ سکتا۔''

''تم اُس کے کسی دشمن سے واقف ہو۔''

''نہیں قطعی نہیں۔ وہ طاقت ور ضرور تھا لیکن جھگڑالو نہیں۔''

''یہاں وہ کب سے مقیم تھا۔''

''غالباً تین چار سال سے۔ مجھے تو معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں ہے۔ ہم لوگ تو چار ماہ قبل یہاں پہنچے ہیں۔ بس اچانک ایک جگہ اُس سے ملاقات ہوگئی تھی۔''

''وہ کیا کرتا تھا۔''

''ٹیوب ویل لگانے والی ایک کمپنی میں انجینئر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ میں اُس کی موت پر بے حد مغموم ہوں۔ بہت اچھا دوست تھا۔ ڈیڈی کو بھی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔''

فریدی نے لنکن جہاں پارک کی تھی وہیں کھڑی رکھی۔ خود بھی اندر ہی بیٹھا سگار پیتا رہا۔ پھاٹک کے پہرے داروں کا رویہ غیر متعلقانہ تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُس کی کار کی موجودگی اُن کے لئے کوئی معنی نہ رکھتی ہو۔

گھڑی کی چھوٹی سوئی تین پر تھی اور بڑی سوئی بارہ پر۔ فریدی نے اُس پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالی اور پھر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگا۔

ٹھیک اُسی وقت ایک گاڑی پھاٹک سے برآمد ہوکر لنکن کی طرف بڑھتی چلی آئی اور قریب پہنچ کر اُس کے بریک چڑچڑائے۔ اُس کے ہیڈ لیمپس کی روشنی پہلے ہی فریدی کے چہرے پر پڑی تھی اور اُس نے منہ پھیر لیا تھا۔

''کمال میاں۔'' گاڑی سے ناصر مرزا کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی میں نے یہ جنت بے فکروں کیلئے تعمیر کی ہے۔ تم جیسے بااصول آدمیوں کیلئے نہیں۔ ویسے اگر اب تم اندر جانا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ تمہارا اسسٹنٹ اس وقت ایک خوبصورت لڑکی کے ساتھ جھیل میں تیر رہا ہے۔''

''عنایات کا شکریہ۔'' فریدی نے نرم لہجہ میں کہا۔ ''میں ضرور جاؤں گا۔''

''اور ہاں سنو..... کسی بڑی شخصیت سے مرعوب نہ ہونا۔ سینہ تان کر چلنا۔ میری جنت میں کوئی کسی سے افضل نہیں ہے۔ پاسورڈ دہراتے ہوئے گاڑی سمیت اندر چلے جاؤ۔''

اس کے بعد اُس کی گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی ایک طرف نکلی چلی گئی تھی۔

فریدی حسب ہدایت چہار دیواری کے اندر پہنچا۔ ایک جگہ بہت سی کاریں پارک تھیں۔ لنکن بھی وہیں کھڑی کر کے وہ ایک ایسی عمارت کی طرف بڑھا جہاں سب سے زیادہ روشنی نظر آ رہی تھی۔ قریب پہنچنے پر ٹوئسٹ کی موسیقی سنائی دی۔

یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔ یہاں متعدد جوڑے ٹوئسٹ کر رہے تھے۔

ہال کے ایک گوشے میں بار تھی جہاں کئی معمر لوگ اسٹولوں پر بیٹھے شراب پی رہے تھے۔

فریدی کو یہاں زیادہ تر جانی پہچانی صورتیں نظر آئیں۔ لیکن وہ خصوصیت سے کسی طرف متوجہ نہیں تھا۔

رقص کی موسیقی بتدریج تیز ہوتی جا رہی تھی اور رقاص جوڑے گویا آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ برقی قوت سے چلنے والی مشینوں میں تبدیل ہو گئے ہوں۔

ٹھیک اُسی وقت کیپٹن حمید بھی کلارا کے ساتھ ہال میں داخل ہوا اور وہ دونوں بھی رقاصوں

میں شامل ہو گئے اور اُسی رفتار سے شامل ہوئے جس رفتار سے اس وقت رقص جاری تھا۔

فریدی کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ نظر آئی۔

پھر موسیقی نقطۂ عروج پر پہنچ کر تھم گئی۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوا جیسے زمین کی گردش رک گئی ہو۔ ایک پل کے لئے قبرستان کا سا سناٹا چھا گیا۔

پھر آہستہ آہستہ لوگ اونچی آوازوں میں گفتگو کرنے لگے۔

اور ٹھیک اسی وقت لاؤڈ سپیکر سے آواز آئی۔ ''کرنل فریدی پلیز..... آپ کی فون کال ہے۔''

فریدی بار کے کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ فون وہیں رکھا تھا اور غالباً مائیک بھی کاؤنٹر کے پیچھے ہی تھا۔ ریسیور کاؤنٹر پر پڑا نظر آیا۔ فریدی جچے تلے قدموں سے چلتا ہوا کاؤنٹر کے قریب آیا۔

''ہیلو..... فریدی اسپیکنگ.....!'' اُس نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

''میں ناصر مرزا ہوں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''فرمایئے۔''

''یہ ناممکن ہے کہ کیپٹن حمید نے تمہیں روزا کے بارے میں نہ بتایا ہو۔''

''آپ کا خیال درست ہے۔''

''روزا ہسپتال میں نہیں ہے۔''

''اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔''

''ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ کم از کم پندرہ دن تک بستر سے ہلے بھی نہیں۔''

''مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔''

''ہسپتال میں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں گئی۔''

''تو پھر.....!''

''کیا کیپٹن حمید وہاں موجود ہے۔''

''جی ہاں۔''

''ذرا اُسے فون پر بلاؤ۔ میں اچھوں کے لئے اچھا ہوں اور بُروں کے لئے بُرا۔''

فریدی کی پیشانی پر شکنیں نظر آئیں اور اُس نے اچھا کہہ کر ریسیور کاؤنٹر پر ڈال دیا۔ پھر اُس آدمی سے حمید کو کال کرنے کے لئے کہا جو مائیک کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔

حمید نے حیرت سے فریدی کو دیکھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن فریدی نے فون کی طرف اشارہ کیا۔ اُس کے چہرے پر پائے جانے والے آثار خوشگوار نہیں تھے۔

حمید نے کال ریسیو کی اور زیادہ تر حیرت کا اظہار کرتا رہا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ ''مرزا صاحب! میں کسی ایسی لڑکی پر نظر ڈالنا بھی اپنی توہین سمجھتا ہوں جس کا کوئی دعویدار پہلے سے موجود ہو۔'' اور اسی جملے کے اختتام پر اُس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''خواہ مخواہ سر ہو رہا ہے یہ شخص۔'' وہ فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

فریدی دوسری طرف منہ پھیر کر سگار سلگانے لگا۔

''آپ سے کیا کہا تھا اُس نے؟'' اُس نے فریدی کو پھر مخاطب کیا۔

''اُس کے علاوہ اور سبھی کچھ کہہ دیا تھا کہ اُسکے غائب ہو جانے کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔''

''ہاں مردود کہتا ہے کہ تم نے اُسے بلیک میل کر کے کہیں اور پہنچا دیا ہے۔''

''بس تو پھر صفائی پیش کرنے کی تیاری کرو۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''صفائی..... ضرور..... اُس کے سر پر جو تھوڑے سے بال باقی بچے ہیں اُن کے لئے بار بر تک کہلانے کو تیار ہوں۔''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ ذرا اپنے آس پاس کی بھیڑ کا بھی جائزہ لینے کی کوشش کرو۔ یہ کون لوگ ہیں۔''

''بہت اونچے اونچے لوگ۔'' حمید حقارت آمیز لہجے میں بولا۔ ''آپ بھی بہت بڑے آدمی ہیں۔ لیکن میں کیا اور کیا میری بساط۔ جس کے سر پر کہئے پانچ جوتے رسید کر کے پھانسی پر چڑھ جاؤں۔''

''اب چلو یہاں سے۔'' فریدی اُس کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر کارا نے اُن کا راستہ روک لیا۔

''اوہو.....آپ بھی ہیں یہاں۔'' اُس نے فریدی کو مخاطب کر کے اس اچانک ملاقات پر اظہار مسرت کیا۔فریدی بھی چند رسمی جملے ادا کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

حمید کا بازو اب بھی اُس کی گرفت میں تھا۔وہ عمارت سے نکل آئے۔

''آپ نے بداخلاقی کا ثبوت دیا ہے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''چلتے رہو خاموشی سے.....اگر وہ ہسپتال سے غائب ہوگئی ہے تو اُس کی زندگی خطرے میں ہوگی۔''

''جہنم میں جائے۔''

''لیکن تم تو نکلو اس جنت سے۔''

''آپ اندر آئے کیسے؟''

''ناصر مرزا کی اجازت سے۔''

''مجھ سے تو صاف انکار کر دیا تھا کہہ رہا تھا کہ بن بلائے مہمان اُس کے لئے ناقابل برداشت ہوتے ہیں۔آخر یہ کس قسم کے خاندانی تعلقات ہیں۔''

''مجرم اور قانون کے محافظ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''نئی اطلاع ہے۔'' حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

''دونوں ہی آدم کی اولاد ہیں.....بیٹے۔''

''تو کیا آپ کا خیال ہے کہ آرتھر کے کیس میں مرزا ہی کا ہاتھ ہے۔''

''ہوسکتا ہے.....کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اُسے دونوں کا چھپ کر ملنا پسند نہ رہا ہو اور ہوسکتا ہے کہ خود وہی روزا کی گمشدگی کا بھی ذمہ دار ہو۔''

وہ لنکن میں آ بیٹھے۔حمید کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔جب لنکن چہار دیواری کے پھاٹک سے گزر رہی تھی وہ چونک کر بولا۔''کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ ہی نے اُسے غائب کرا دیا ہو۔''

''بہت دور کی کوڑی لائے ہو لیکن غلط۔'' فریدی نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے ہوئے

کہا۔ ''میں نے صرف اتنا کیا ہے کہ تمہاری طرح غافل نہیں رہا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''وہ جہاں بھی لے جائی گئی ہوگی کچھ دیر بعد مجھے اس کا علم ہو جائے گا۔''

''اُوہ.....تو آپ اس کی نگرانی کراتے رہے ہیں۔''

''یقیناً..... مجھے سوچنا پڑا تھا کہ اُس نے خودکشی کی کوشش کیوں کی؟''

''اکثر محبت کرنے والے محبوب کی موت نہیں برداشت کر سکتے۔''

''کہانیاں ہیں فرزند..... جب ایک ماں جوان بیٹے کی موت کے بعد بھی زندہ رہ سکتی ہے تو یہ سب کچھ قطعی بکواس ہے۔''

''بہتیرے واقعات ہیں۔''

''موت کے واقعات ہوں گے وہ صرف جدائی کے قصے ہوتے ہیں۔ اگر تمہاری محبوبہ تم سے جدا ہو کر کسی اور کے پہلو میں پہنچ جائے تو تم یقیناً خودکشی کر لو گے۔ لیکن وہ محبت نہیں ہوگی۔ وہ تو ٹھیس لگے گی تمہاری مردانگی.... کو تمہاری انا مجروح ہوگی اور غیرت خودکشی پر آمادہ کر دے گی۔''

''میں اس وقت لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''تو پھر ایسی غیر سائنٹیفک بکواس نہ کرو۔''

''مجھے نیند آ رہی ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ لنکن سنسان سڑکوں پر تیز رفتاری کے مظاہرے کرتی ہوئی بالآخر ایک عمارت کے سامنے آ کر رکی اور فریدی نے حمید کو جھنجھوڑا۔

''آپ..... آپ..... اپنی خواب گاہ میں تشریف لے جایئے۔'' حمید نے چونک کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں گاڑی ہی میں سو جاؤں گا۔''

''آنکھیں کھولو.....ہم گھر میں نہیں ہیں.....دودھ پیتے بچے؟''

حمید بوکھلا کر سیدھا ہو گیا۔ چند لمحے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا رہا پھر مردہ

سی آواز میں بولا۔ ''واقعی میں بہت احمق ہوں۔''

''چلو اعتراف تو کیا تم نے.....اُترو.....!''

''اب صرف یہ بتا دیجئے کہ آپ نے میری کال کیسے ٹیپ کی تھی۔ جب کہ میں نے گھریلو لائن کا پلگ انسٹرومنٹ سے نکال دیا تھا۔''

''بہت دیر سے چونکے۔'' وہ اُسے نیچے اُترنے کے لئے دھکیلتا ہوا بولا۔ ''ساری ہی باتیں بتانے کی نہیں ہوا کرتیں۔ اگر ایسا نہ کروں تو تم پتہ نہیں کب اور کہاں غرق ہو جاؤ۔''

حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے گاڑی سے اُتر گیا۔

''سامنے والی عمارت کے برآمدے میں جاؤ۔'' فریدی کہہ رہا تھا۔ ''دروازے کی چوکھٹ پر کئی گھنٹیوں کے پش سوئچ ہیں جن کے پش بٹن مختلف رنگوں کے ہیں۔ سرخ رنگ والے پش بٹن کو تین بار دبا کر انتظار کرنا۔''

''مجھے وہاں چھوڑ کر کھسک تو نہیں جائیں گے۔''

''اندر سے کوئی آئے گا تم صرف ''ہارڈ اسٹون'' کہہ کر واپس چلے آنا۔''

''اگر وہ کوئی کتا ہوا اور اُس نے میری ٹانگ پکڑ لی تو کیا ہوگا۔''

''وقت نہ ضائع کرو۔''

حمید عمارت کے برآمدے میں آیا۔ سرخ رنگ کے پش سوئچ کو تین بار استعمال کرنے کے بعد اندر سے کسی کی آمد کا منتظر رہا۔

جلد ہی دروازہ کھلا اور حمید نے دروازہ کھولنے والے کی شکل دیکھے بغیر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''ہارڈ اسٹون'' اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔

گاڑی پر بیٹھتے وقت اُس نے محسوس کیا کہ کوئی اور بھی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہے لیکن نہ جانے کیوں اُس کا رویہ کچھ ایسا ہو رہا تھا کہ جیسے مڑ کر دیکھے گا تو پتھر کا ہو کر رہ جائے گا۔

فریدی نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ ''کیا خبر ہے۔''

پچھلی سیٹ سے کھنکارنے کی آواز آئی۔ لیکن حمید نے اب بھی مڑ کر نہ دیکھا۔

''جناب عالی.....!'' پچھلی سیٹ سے کسی نے کہنا شروع کیا۔''انہوں نے نگراں نرس کو بھاری رشوت دی تھی۔ لہٰذا نرس کی مدد سے وہ اُسے نکال لے گئے اور جناب عالی اُسی عمارت میں جس کی نگرانی ہم دو ماہ سے کرتے رہے ہیں۔''

''اوہ.....!'' فریدی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

کار کی رفتار تیز نہیں تھی۔ حمید نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''فی الحال اُس عمارت میں کتنے آدمی ہیں۔'' فریدی نے پوچھا۔

''تین.....لڑکی سمیت چار۔''

''کوئی عورت بھی ہے۔''

''جی ہاں دو عورتیں.....ایک مرد.....اور وہ لڑکی۔''

''غیر ملکی ہیں؟''

''عورتیں غیر ملکی ہیں۔ مرد دیسی۔ لیکن جناب عالی وہ پورا دیو ہے۔ ایسی جسامت کا آدمی آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ میرا خیال ہے کہ وہ اُن کی رکھوالی کے لئے وہاں رکھا گیا ہے۔ اور.....اور.....!''

''ہوں.....کہو خاموش کیوں ہو گئے۔''

''وہ کسی شکاری کتے کی سی قوت شامہ رکھتا ہے۔''

''تم نے پہلے ایسے کسی آدمی کی اطلاع نہیں دی۔'' فریدی بولا۔

''جناب عالی.....وہ پچھلی دوپہر کو پہلی بار وہاں دیکھا ہے۔''

''کیا خیال ہے۔ لڑکی کی زندگی خطرے میں ہے۔'' فریدی نے سوال کیا۔

''کچھ کہا نہیں جا سکتا جناب عالی۔ لڑکی کے وہاں پہنچنے کے بعد سے ہم اپنے بنائے ہوئے راستے کے ذریعہ عمارت تک نہیں پہنچ سکے۔''

''کیوں؟''

''وہی دیوزاد جناب۔ اس طرح عمارت سے باہر آتا تھا جیسے ہماری بو سونگھ لی ہو۔ عجیب

وحشت ناک آنکھیں ہیں۔''

فریدی چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔''صبح ہونے سے پہلے اُس لڑکی کو عمارت سے برآمد کر لینا ہے۔''

پچھلی نشست پر بیٹھا ہوا آدمی کچھ نہ بولا۔

شائد حمید کی نیند غائب ہو چکی تھی۔لیکن اُس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے۔ غالباً زبان ہلانے کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا تھا۔ ہو رہے گا جو کچھ ہونا ہے۔اُسکی بلا سے۔

کچھ دیر بعد فریدی نے اُسے ٹہوکا۔''کیا سو گئے۔''

''جی نہیں.....صبح سات بجے سو کر کیا کروں گا۔'' حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

''ویسے کیا آپ کو یقین ہے کہ ان لوگوں نے اُسے زندہ چھوڑا ہوگا۔اگر وہ اُسے کسی راز کی پردہ پوشی کی خاطر لے گئے ہیں تو میری دانست میں اس کا امکان نہیں۔''

''سب کچھ ممکن ہے۔''

''تو میں یہ عرض کروں گا کہ آپ کی غفلت پر اُس کی موت کی ذمہ داری ہوگی۔''

''میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔''

''سوچتے ہی رہیں گے یا کچھ کرنے کا بھی ارادہ ہے۔''

''شائد تم پھر اونگھنے لگے۔''

''بائیں جانب موڑیئے جناب۔'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

فریدی نے گاڑی بائیں طرف موڑ دی۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''پھر اونگھنے لگے تم.....کیا روزا کی لاش برآمد نہیں کرو گے اُس عمارت سے۔''

حمید بھنا کر رہ گیا۔لیکن کچھ بولا نہیں۔کسی لڑکی کے بارے میں ایسا بے دردانہ اظہار خیال اُسے اچھا نہیں لگا تھا۔

''حلقے کے تھانے میں ہسپتال سے اُس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی گئی ہے یا

نہیں۔'' فریدی نے پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اجنبی کو مخاطب کیا۔

''جی ہاں..... آپ کی تشریف آوری سے صرف بیس منٹ پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ ناصر مرزا نے ہسپتال سے اُس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔''

''ٹھیک..... میں ابھی اس کی تصدیق کئے لیتا ہوں۔'' فریدی نے کہا اور ایک دوا فروش کی دوکان کے سامنے گاڑی روک دی۔

آس پاس کے چھوٹے موٹے چائے خانے کھل گئے تھے اور میڈیکل اسٹور تو رات بھر ہی کھلے رہتے تھے۔ اُس نے میڈیکل اسٹور سے فون کر کے متعلقہ تھانے سے ناصر مرزا کی رپورٹ کے بارے میں تصدیق کی اور پھر گاڑی میں آ بیٹھا۔

اس بار گاڑی دیر تک نہیں چلتی رہی تھی۔ موڈل کالونی کی سڑک پر اُسے روکا گیا۔

''یہیں رکنا مناسب تھا۔'' پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اجنبی نے کہا۔

فریدی نے پھر حمید کو ٹہوکا دیا ''اترو.....!''

گاڑی وہیں چھوڑ کر وہ ایک طرف چل پڑے۔ اجنبی آگے چل رہا تھا۔ یہاں حمید نے اچھی طرح اس کی شکل دیکھی۔ لیکن یہ یاد نہ آیا کہ پہلے بھی کبھی اُسے دیکھا ہو۔

اُس نے سوچا ممکن ہے بلیک فورس کا کوئی ممبر ہو۔

وہ کالونی کے اُس حصے میں آ پہنچے جہاں عمارتیں ایک دوسری سے کسی قدر فاصلے پر واقع تھیں اور بہت زیادہ دولت مند لوگ ان میں آباد تھے۔

''اب ادھر بائیں جانب سے نکل چلئے جناب۔'' اجنبی بولا۔ ''میں آپ کو اُسی طرف لے چلوں گا جدھر سے عمارت میں داخلہ ممکن ہے۔''

''کیا تم نے ''البرٹو'' کے اندر سے کوئی راستہ بنایا ہے۔''

''جی ہاں۔''

''البرٹو نام کے شبانہ کلب سے حمید بھی واقف تھا۔ لیکن کبھی وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔''

وہ اُس کے گیٹ میں داخل ہو ہی رہے تھے کہ فریدی نے دونوں ہاتھ پھیلا کر انہیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔

''پیچھے ہٹو.....روشنی سے بچ کر۔''

وہ ایک طرف تاریکی میں سرک گئے۔

''کیا بات ہے۔'' حمید نے کسی قدر جھنجھلاہٹ کے ساتھ پوچھا۔ اُس کے ذہن پر پھر نیند کا غلبہ ہوا تھا۔

''کلارا ڈیل.....!''

''کہاں.....؟''

''برآمدے میں.....ہم سے پہلے ہی پہنچ گئے یہ لوگ یہاں۔''

''تو کیا.....؟''

''غیر ضروری باتیں نہیں۔'' فریدی آہستہ سے غرایا۔ پھر ہمراہی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ''تمہیں یقین ہے کہ خود تمہارا تعاقب نہیں کیا جاتا رہا۔''

''ہم پوری طرح محتاط رہے ہیں جناب عالی اور اس وقت بھی میں نے خاص طور پر اس طرف دھیان دیا تھا۔''

''ہاں.....مجھے علم ہے۔ اس وقت ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔'' فریدی بولا۔

''ضرورت ہی نہ سمجھی گئی ہوگی تعاقب کی۔'' حمید نے نیند سے بچاؤ کے لئے بار بار آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ ''کیا وہ ناصر مرزا کی کال نہیں ٹیپ کر سکتے جب انہوں نے سنا ہوگا کہ ہمیں روزا کی گمشدگی کی اطلاع مل گئی ہے تو یقیناً سمجھ گئے ہوں گے۔''

''کیا سمجھ گئے ہوں گے۔''

''مجھے سوچنے دیجئے۔ نیند سے سارا مواد گڈ مڈ ہوگیا۔ ہاں تو وہ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم اس اطلاع پر کدھر کا رخ کریں گے اور اگر ناصر مرزا بذات خود ان حرکات کی پشت پر ہے تو پھر یہ کام اور زیادہ آسان ہوجاتا ہے۔''

''خارج از بحث تو نہیں ہے وہ بھی۔'' فریدی پر تفکر لہجے میں بولا۔''لیکن یہاں کب تک کھڑے رہیں گے۔'' حمید نے کہا'' کہئے تو میں اندر جا کر حالات کا جائزہ لوں۔ میرا ریڈی میڈ میک اپ ہر وقت جیب میں پڑا رہتا ہے۔''

''ٹھہرو.....!'' فریدی نے کہا اور ہمراہی کی طرف دیکھ کر بولا۔''اب تم یہ بتاؤ البرٹو کی عمارت سے ہم کس طرح وہاں تک پہنچ سکیں گے۔''

''لیووٹری والے کا ریڈر کا اختتام ایک دروازے پر ہوتا ہے جو عمارت کی پشت پر کھلتا ہے۔ دروازے کے قریب ہی باہر کھلے ہوئے زینے ہیں جو البرٹو کی چھت پر جاتے ہیں۔ ساتواں زینہ دوسری عمارت کی چہار دیواری ہی کے لیول پر ہے اور چہار دیواری کا اُس سے فاصلہ ایک گز سے زیادہ نہ ہوگا۔

چند لمحے خاموشی رہی پھر فریدی نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔''تم اندر جاؤ..... اور اُسے باتوں میں الجھانے کی کوشش کرو۔''

البرٹو کے ہال میں خاصی رونق تھی۔ فلور شو ہو رہا تھا۔ بیک وقت تین لڑکیاں میزوں کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھیں۔ حمید نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ کلارا ڈیل ایک میز پر تنہا تھی۔ اُس کا باپ کہیں نہ دکھائی دیا۔ حمید اُس میز کی جانب بڑھتا رہا۔ دفعتاً کلارا سے نظریں ملیں اور لڑکی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور حمید مسکراتا ہوا اُس کے مقابل بیٹھ گیا۔

اور اب وہ نیم وا آنکھوں سے اُسے دیوانہ وار دیکھے جا رہا تھا۔

''تت.....تم یہاں.....!'' وہ ہکلائی۔''اُس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہت زیادہ ڈر گئی ہو۔''

''اگر کوئی لڑکی پسند آ جائے تو میں قبرستان میں بھی پایا جا سکتا ہوں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اب مطلب بھی میں ہی سمجھاؤں۔''

''میں سمجھی۔'' دفعتاً اُس نے غصیلے لہجے میں کہا۔''ہماری نگرانی کی جا رہی ہے شائد۔ کیا سمجھتے ہو تم لوگ۔''

''لوگ نہیں.....صرف میں.....اور میں تمہیں اس سال کی خوبصورت ترین لڑکی سمجھتا ہوں۔''

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔''

''تمہارے ڈیڈی تو آس پاس موجود نہیں۔''

''کیوں.....؟''

''اُن سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔''

''تم نشے میں تو نہیں ہو۔''

''میرا چیف کہہ رہا تھا کہ تم اردو پڑھنا چاہتی ہو۔''

''ہاں تو پھر.....!''

''میں تمہیں میر تقی میر سے میرا جی تک سب کچھ پڑھا دوں گا۔''

''یہ کون ہیں۔''

''اردو کے دو بہت بڑے شاعر۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ تمہیں ہم پر چیمپئن کے قتل کے سلسلے میں شبہ ہے۔''

''کیا پولیس والوں کو اس کا حق حاصل نہیں کہ وہ کسی کو چاہ سکیں۔''

''اُوہ.....!'' اُس نے متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑے اور پھر ہنس پڑی۔

''تم ہنس رہی ہو۔'' حمید کا لہجہ دردناک تھا۔

''تو پھر کیا مجھے رونا چاہئے۔ ہمارے یہاں کے پولیس والے تو اپنی بیویوں تک کو چاہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔''

''کیوں.....؟''

''پولیس والے ہی جانیں۔ میں بھلا کیا بتا سکوں گی؟'' اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

اور حمید نے اُس کا دل رکھنے کے لئے اتنے زور سے قہقہہ لگایا کہ آس پاس کے لوگ چونک پڑے۔

''کیا اس شہر میں کوئی سکون کی جگہ نہیں ہے۔'' کلارا نے کچھ دیر بعد کہا۔

''سکون ہی سکون۔'' حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ ''میں ایسی جگہوں سے بھی واقف ہوں جہاں سکون ہی سکون ہے۔''

''کیا تم مجھے وہاں لے چلو گے۔''

''اپنے ڈیڈی سے اجازت لے لو۔ ہم مشرقی لوگ والدین کی مرضی کو مقدم جاننے کے عادی ہیں۔''

''ڈونٹ بی سلی! میں بچی نہیں ہوں۔''

''اچھا.....!'' حمید نے کہا اور ویٹر کو اشارے سے بلا کر سینڈوچز طلب کئے۔

''کیا تم بھوکے ہو۔'' کلارا نے پوچھا۔

''پیدائشی بھوکا ہوں..... جب میں پیدا ہوا تھا تو میری ماں روزے سے تھی۔''

''بہت مذہبی تھی تمہاری ماں۔''

''ہمارے یہاں ہر ماں مذہبی ہوتی ہے۔ خواہ مذہب کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتی ہو۔''

فریدی اور اُس کا ہمراہی دیوار سے لگے کھڑے تھے۔ اس حصے میں گہری تاریکی تھی۔

فریدی نے اُس سے کہا۔ ''اب تم جاؤ اور لیووٹری کے سرے والے دروازے کا جائزہ لے کر مجھے بتاؤ کہ وہ مقفل تو نہیں ہے۔''

''بہت بہتر جناب۔'' اُس نے کہا اور آہستگی سے آگے بڑھ گیا۔

فریدی وہیں دیوار سے لگا کھڑا رہا۔ دفعتاً پشت سے کسی نے اُس پر چھلانگ لگائی اور وہ تڑپ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ چھلانگ لگانے والا زمین پر آ رہا تھا۔

بجلی کی سی سرعت کے ساتھ فریدی نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور کھینچا اور حملہ آور کے سر پر پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ ''ریوالور بے آواز ہے۔''

ریوالور کی نال حملہ آور کی گردن سے جا لگی تھی۔ حملہ آور بے حس و حرکت پڑا رہا۔ جلد ہی فریدی کو کسی غیر فطری پن کا احساس ہوا۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے اس کی پیشانی چھوئی ہی تھی کہ چونک پڑا۔ انگلیاں گھنیرے بالوں سے الجھی تھیں۔

وہ عورت نکلی اور غالباً بیہوش تھی۔ اتنے میں فریدی کا ہمراہی بھی واپس آ گیا۔

''آپ کہاں ہیں جناب۔'' اُس نے دیوار کے قریب پہنچ کر آہستہ سے کہا۔

''ادھر.....!'' فریدی بولا اور پنسل ٹارچ کی روشنی عورت کے چہرے پر ڈالی۔

''اوہ.....!'' ہمراہی کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ ''یہ تو وہی ہے جس کیلئے ہم.....!''

''تمہیں یقین ہے۔'' فریدی نے ٹارچ کچھ اور قریب کرتے ہوئے کہا۔

روشنی پوری طرح بیہوش عورت کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔

''جی ہاں..... یہ وہی ہے جسے ہسپتال سے اغواء کیا گیا تھا۔''

فریدی نے طویل سانس لے کر ٹارچ بجھا دی اور مڑ کر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر اُس نے ہمراہی کو وہیں چھوڑا تھا اور خود اُسی سمت بڑھ گیا تھا جدھر سے اُس عورت نے اُس پر چھلانگ لگائی تھی۔

کچھ دور چل کر رک گیا۔ وہ اُس عمارت کے پھاٹک پر تھا جس کے بارے میں اُسے اطلاع ملی تھی کہ روزا وہیں لے جائی گئی۔ سلاخوں دار پھاٹک بند تھا اور کمپاؤنڈ تاریک پڑی تھی۔ کسی کھڑکی یا روشندان میں بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔

چند لمحے وہاں رک کر وہ پھر اُسی طرف پلٹ آیا جہاں اُن دونوں کو چھوڑا تھا۔

''اُسے گاڑی تک لے چلنے کی فکر کرو۔''

''اب یہ ہوش میں ہے جناب۔ لیکن خائف معلوم ہوتی ہے۔''

ہمراہی نے سہارا دے کر روزا کو زمین سے اٹھایا۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ فریدی نے بھی اس کا ایک بازو پکڑ لیا۔

''ایسے راستوں سے چلو جو زیادہ روشن نہ ہوں۔'' فریدی نے کہا۔ پھر رک کر بولا۔ ''نہیں یہ نہیں چل سکے گی۔ کنجی لو اور گاڑی یہیں لے آؤ۔''

گاڑی وہاں تک پہنچنے میں تین چار منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوئے تھے اور اس دوران میں فریدی روزا کو اپنے بازو میں سنبھالے رہا تھا۔

''اس عمارت کی نگرانی بدستور جاری رہے گی۔'' اُس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے ہمراہی سے کہا۔

پھر ہمراہی وہیں رہ گیا تھا اور گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔ روزا فریدی کے برابر اگلی ہی سیٹ پر نیم دراز تھی۔

''کیا تم جاگ رہے ہو۔'' فریدی نے کچھ دیر بعد اسے مخاطب کیا۔

''میں جاگ رہی ہوں۔'' اُس نے نحیف سی آواز میں جواب دیا۔

''تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا۔''

''حملہ..... نہیں تو..... میں بے تحاشہ دوڑ رہی تھی۔ اندھیرے میں تم سے ٹکرا گئی۔''

''کیا تم دوڑ سکتی ہو۔''

''کیوں نہیں۔''

''لیکن ڈاکٹر تو تمہاری نقاہت کی حیرت انگیز کہانی سناتے ہیں۔''

''ڈاکٹر..... میں نہیں سمجھی۔''

''تمہاری جان بچالی گئی تھی۔ لیکن ڈاکٹر کا خیال تھا کہ تمہیں کم از کم پندرہ دن تک بستر سے ہلنا بھی نہ چاہئے۔''

''تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں۔''

''کیا تم روزا اپ سیڈاؤن نہیں ہو۔''

''میں روزا اپسیڈاؤن نہیں ہوں۔''

''پھر تم کون ہو۔''

''میں کون ہوں؟ ہاں مجھے سوچنا چاہئے کہ میں کون ہوں۔''

''تم پر اقدام خودکشی کا بھی الزام ہے اس لئے جو کچھ بھی کہو سوچ سمجھ کر کہو اور تم اس وقت ایک پولیس آفیسر سے ہم کلام ہو۔''

''میری سمجھ میں نہیں آرہیں تمہاری باتیں۔''

''کیا تمہیں ناصر مرزا کے پاس پہنچا دیا جائے۔''

''ناصر مرزا..... ناصر مرزا کیا چیز ہے۔''

''کیا تم مسٹر ناصر مرزا کی مہمان نہیں تھیں۔''

''میرے خدا..... میں کسی ناصر مرزا کو نہیں جانتی۔''

''خوب.....!'' فریدی مسکرایا۔ ''تو تم آرتھر چیمپن کو بھی نہ جانتی ہوگی جس کی لاش دیکھ

کر تم نے خودکشی کی ٹھانی تھی۔''

''تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو۔ یہ سارے نام میرے لئے نئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔ تم یہی بتا دو کہ اس وقت کہاں سے آئی تھیں۔''

''اسکے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ اس وقت میں تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ تم سے ٹکرا گئی۔''

''پھر آگاہ کرتا ہوں کہ تم ایک پولیس آفیسر سے مخاطب ہو۔''

''مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمہاری ہر بات مان لوں گی۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''ہر عورت کے لئے ایک مرد ضروری ہے۔ حالانکہ میں نے ابھی تک تمہاری شکل نہیں دیکھی۔ لیکن تم رحم دل آدمی معلوم ہوتے ہو۔''

''لیکن ہر مرد کے لئے عورت ضروری نہیں ہے۔''

''پھر وہ خود بھی عورت ہی ہوگا۔'' لڑکی نے قہقہہ لگایا۔

''اچھی بات ہے۔'' فریدی نے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

دفعتاً عقب نما آئینے پر نظر پڑی۔ پیچھے کئی گاڑیوں کے ہیڈ لیمپس نظر آ رہے تھے اور پھر اُس نے پولیس کی گاڑی کا سائرن بھی سنا۔

دونوں ہونٹ سختی سے بھینچ کر اُس نے سر کو جنبش دی اور ایکسیلریٹر پر دباؤ کم کر دیا۔

''اب دیکھنا..... تمہاری وجہ سے کن دشواریوں میں پڑتا ہوں۔''

''میں اُسے مرد ہی نہیں سمجھتی جو کسی عورت کے لئے دشواری میں پڑنے سے ڈرتا ہو۔''

''میں ایسا مرد نہیں ہوں جس کے لئے عورت ضروری ہو۔''

''لیکن تم ایک رحم دل آدمی ضرور ہو۔''

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سائرن بجاتی ہوئی پولیس کار اُس کی گاڑی سے آگے نکل کر کسی قدر ترچھی ہوئی اور اُس کے بریک چڑچڑائے۔ اگر فریدی نے بھی پورے بریک نہ لگائے ہوتے تو ٹکراؤ یقینی تھا۔ دونوں گاڑیوں کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ دو فٹ رہا ہوگا۔

پھر دو گاڑیاں اور بھی لنکن کی دونوں جانب آ رکیں۔

فریدی نے اپنی گاڑی کا انجن بند کر دیا۔

اگلی گاڑی میں دو بہت زیادہ جانے پہچانے چہرے نظر آئے تھے۔ ان میں سے ایک خود اُس کے محکمے کا آئی جی تھا اور دوسرا ناصر مرزا۔

''جی ہاں..... وہ ہے..... موجود ہے گاڑی میں۔'' ناصر مرزا کی آواز سنائی دی۔ ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھلا اور وہ دونوں نیچے اُتر آئے۔

لنکن کے قریب بھی پہنچ گئے لیکن فریدی جوں کا توں بیٹھا رہا۔ ویسے اُس نے گاڑی کے اندر پہلے ہی روشنی کر دی تھی۔

''ملاحظہ فرمایئے۔'' ناصر مرزا نے ڈی آئی جی کو مخاطب کر کے طنزیہ لہجے میں کہا۔

لنکن کی دونوں جانب والی گاڑیوں میں مسلح پولیس کے جوان نظر آ رہے تھے۔

فریدی نے کنکھیوں سے دونوں جانب دیکھا اور پھر ناصر مرزا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''یہ کیا قصہ ہے انسپکٹر۔'' ڈی آئی جی غرایا۔

وہ ہمیشہ فریدی کو انسپکٹر ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور اُس کے لہجے میں احساس کمتری کی جھلکیاں ملتی تھیں۔

''میں اس وقت اسپیشل ڈیوٹی پر ہوں۔ براہِ کرم گاڑی سامنے سے ہٹوا دیجئے۔'' فریدی نے بے حد نرم لہجے میں کہا۔

لیکن ڈی آئی جی کا پارہ پہلے ہی سے چڑھا ہوا تھا کیونکہ فریدی نے گاڑی سے اتر کر تعظیم نہیں دی تھی۔

''فضول باتیں نہیں۔'' ڈی آئی جی نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''تم اس وقت ریڈ ہینڈڈ پکڑے گئے ہو۔''

''کس سلسلے میں جناب۔'' فریدی کا لہجہ بے حد سرد تھا۔

''یہ لڑکی کون ہے؟''

''فی الحال یہ اپنے متعلق کچھ بھی نہیں بتا سکی۔''

''روزا۔ اب تم محفوظ ہو نیچے اُتر آؤ۔'' ناصر مرزا بھرائی ہوئی آواز میں بولا لیکن اُس نے اُس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

''اسے گاڑی میں بٹھاؤ۔'' ڈی آئی جی نے پولیس کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فریدی سے کہا۔

''میں پھر گوش گزار کروں گا کہ میں اس وقت اسپیشل ڈیوٹی پر ہوں اور یہ مجھے خاص حالات میں محکمہ خارجہ کی طرف سے تفویض ہوتی ہے۔''

''تمہارا کوئی ہتھکنڈا کام نہیں آئے گا۔'' ناصر مرزا بول پڑا۔

''مسٹر مرزا۔'' فریدی کے لہجے میں دھمکی تھی۔

دفعتاً ناصر مرزا نے روزا کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''نیچے اُتر آؤ۔''

''ناصر مرزا.....!'' فریدی غرایا اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اسے اس زور سے دھکا دیا کہ وہ لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

ڈی آئی جی کی غضب ناکی بالآخر پھٹ پڑی۔

''احمد کمال فریدی۔ میں تمہیں معطل کرتا ہوں۔'' وہ دہاڑا۔

''ہر چند کہ میں اس وقت صدر مملکت کے علاوہ کسی اور کو جوابدہ نہیں پھر بھی گوش گزار کروں گا کہ آپ انٹارٹی ٹی سی تھرٹین کے بارے میں سیکریٹری برائے اُمور خارجہ سے ضرور معلومات حاصل کرلیں۔''

اُس نے بڑی پھرتی سے اپنی گاڑی ریورس گیئر میں ڈالی تھی اور گاڑی بہت تیزی سے پیچھے ہٹتی چلی گئی تھی۔

اتفاق ہی تھا کہ سڑک سنسان پڑی تھی اور وہ اسی رفتار سے سہ راہے تک آ گئی تھی۔

فریدی نے تیزی سے اُسے بائیں جانب موڑ دیا۔

اب لنکن تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' روزا منمنائی۔

''میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہاری وجہ سے دشواریوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔''

''یہ لوگ کون تھے اور مجھ سے کیا چاہتے تھے۔''

''جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا وہ کون تھا۔''

''میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میرے لئے اجنبی تھا۔ لیکن گفتگو اس طرح کر رہا تھا جیسے خاصی جان پہچان ہو۔''

''ہوں.....!'' فریدی کے ہونٹ پھر سختی سے بھینچ گئے تھے۔

اُس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے وائرلیس ٹیلی فون کا ریسیور نکالا اور اُسے کان سے لگالیا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''ہیلو.....ہیلو.....فلائینگ اسکوارڈن آپریشن۔''

''ہیلو.....!'' کوئی بولا۔ ''ہواز دیٹ.....؟''

''فریدی اسپیکنگ.....ٹو ڈی آئی جی.....پلیز.....!''

چند لمحوں بعد ڈی آئی جی کی غصیلی آواز سنائی دی۔

فریدی نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''میرے تعاقب کا سلسلہ ختم کیا جائے ورنہ آپ دشواری میں پڑیں گے۔ آخری بار استدعا کر رہا ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں، کہ میں کبھی کوئی غیر قانونی قدم نہیں اٹھاتا۔''

ڈی آئی جی کی آواز آئی۔ ''میں نے چاہا تھا کہ یہ معاملہ مجھ سے آگے نہ بڑھے۔ لیکن کیا تم ناصر مرزا سے واقف نہیں۔''

''پشت ہا پشت سے واقفیت چلی آ رہی ہے۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ میں ایک بار پھر عرض کر رہا ہوں کہ انٹارٹی ٹی سی تھرٹین کے متعلق آپ وزارت خارجہ سے دریافت فرمالیں۔ ہر چند کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ میری کارکردگی کے اس پہلو سے بھی آگاہ ہوں لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرے کسی آفیسر کے دل میں میری طرف سے ملال پیدا ہو۔ بس اس سے زیادہ نہیں کہنا مجھے۔ اس وقت کی آویزش پر افسوس ہے۔''

فریدی نے سوئچ آف کر کے ریسیور پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

لنکن یکساں رفتار سے بھاگی جا رہی تھی اور اُس کا رخ ایگل بیچ کی طرف تھا۔ عقب نما آئینے پر بار بار فریدی کی نظر جاتی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ ساحلی علاقے میں داخل ہو رہے تھے۔ چاروں طرف ملگجا سا اجالا پھیل گیا تھا اور مشرقی افق میں گہرے سرخ لہریئے نظر آ رہے تھے۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' روزا نے پوچھا۔ وہ مسلسل فریدی کے چہرے پر نظر جمائے ہوئے تھی۔

''تمہارے لئے ایک چھت فراہم کرنی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں تمہارا کوئی نہیں۔''

''شکریہ..... تم نے مجھے سمجھنے کی کوشش تو کی۔''

''لیکن یہ بہت بُری بات ہے کہ تمہارا کوئی نہیں ہے۔''

''مجھے خود پریشانی ہے..... پتہ نہیں کب سے اپنا نام یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

''چھوڑو..... آج سے تمہارا نام کورنیلیا ہے۔''

''بہت اچھا نام ہے۔ ہاں یہ نام میرے لئے مناسب رہے گا۔''

لنکن ایگل بیچ میں پہنچ کر فریدی کے ہٹ کے سامنے رکی۔

''اوہو..... یہاں کون ہے۔'' اُس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ کیونکہ ساری کھڑکیاں روشن نظر آ رہی تھیں۔

''تم یہیں ٹھہرو۔'' اُس نے روزا سے کہا اور خود گاڑی سے اُتر کر دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد اندر قدموں کی چاپ گونجی اور ساتھ ہی کسی نے پوچھا۔ ''کون ہے؟''

''اُوہ..... دروازہ کھولو۔''

دروازہ کھلا اور.....

''ارے آپ.....!'' یہ حمید کی آواز تھی۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو۔''

''وہ.....وہ.....وہ بھی ہے۔''

''کون.....؟''

''کلارا.....کلارا.....!'' حمید پر بدحواسی طاری تھی۔

''کیا مطلب.....؟''

''وہ میرے ساتھ یہاں چلی آئی ہے۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''آپ نے کہا تھا کہ اُسے باتوں میں الجھاؤں اور وہ اس طرح الجھی کہ یہاں تک گھسٹتی چلی آئی۔ لیکن آپ یہاں اس وقت کیسے۔''

''میری گاڑی میں روزا ہے۔''

''وہ مارا.....اب تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔''

''بکواس مت کرو۔'' فریدی نے کہا اور پھر چند لمحوں کے لئے حمید نے یہی محسوس کیا ہوگا جیسے وہ ذہنی طور پر غیر حاضر ہوگیا ہو۔ اس کے بعد وہ اسی طرح چونکا تھا جیسے غنودگی طاری ہو رہی ہو۔

اُجالا اچھی طرح پھیل گیا تھا۔ وہ حمید کو وہیں چھوڑ کر لنکن کی طرف پلٹا۔ روزا اُسی طرح بیٹھی رہی۔

''آؤ.....اُتر آؤ.....دیکھو یہ کتنا پرفضا مقام ہے۔ اب تم کچھ دن یہیں قیام کرو گی۔'' اُس نے کہا۔

روزا کسی ننھی سی بچی کی طرح خوش نظر آ رہی تھی۔

''واقعی بڑی خوبصورت جگہ ہے اور تم.....تم بھی بہت خوبصورت ہو۔ ایسا دوسرا کوئی مرد آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔''

وہ دونوں ہٹ کے دروازے میں داخل ہوئے۔ حمید پیچھے ہٹ گیا۔

''یہ کون ہیں۔'' روزا نے بچگانہ انداز میں حمید کے بارے میں سوال کیا۔

''خوب......اتنی جلد بھول گئیں۔'' حمید پر معنی انداز میں مسکرایا۔

لیکن فریدی نے روزا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار دیکھے۔

''نہیں......تم انہیں نہیں جانتے۔'' فریدی اس کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتا ہوا بولا۔

دوسرے کمرے میں کلارا موجود تھی۔ اُس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں لیکن روزا پر نظر پڑتے ہی وہ اس طرح چونکی جیسے اس کی محرک کوئی گرج دار آواز ہو۔

''یہ......یہ تو روزا ہے۔'' وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

''کیوں......کیا تمہیں اسے یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی ہے۔'' فریدی نے اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نن......نہیں تو۔''

''میں کورنیلیا ہوں۔'' روزا غصیلے لہجے میں بولی۔

کلارا نے حمید کی طرف دیکھا۔ لیکن نہ جانے کیوں حمید اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ خود اُس پر بھی کسی قسم کی بوکھلاہٹ طاری تھی۔

''اب تم آرام کرو......!'' فریدی نے روزا سے کہا۔ ''آؤ میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھاؤں۔''

حمید اور کلارا اُس کمرے میں تنہا ہو گئے۔

''یہ تمہارا چیف کیسا آدمی ہے۔'' کلارا نے اُس کے قریب آ کر آہستہ سے پوچھا۔

''یہی معلوم کرنے کے لئے تو اس محکمے میں جھک مار رہا ہوں کہ میرا چیف کیسا آدمی ہے۔ ورنہ جاسوسی ناول نگاری کا پیشہ بھی کچھ بُرا نہیں تھا۔''

''کیا وہ ہمیں یہاں رہنے دے گا۔''

''اب نہ رہنے دینے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ خود بھی فارغ البال نظر آ رہا ہے۔''

وہ پھر کچھ کہنے والی تھی کہ فریدی واپس آ گیا۔

''اب بتاؤ۔'' وہ حمید کو گھورتا ہوا بولا۔

''کیا عرض کروں جناب۔''

''اُسے یہاں کیوں لائے ہو۔''

''آپ اُسے یہاں کیوں لائے ہیں۔''

''وہ ذہنی طور پر بیکار کر دی گئی ہے۔''

''اور یہ جسمانی طور پر بالکل چوپٹ ہے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔''

''میں اسی لئے اردو سیکھنا چاہتی ہوں۔'' کلارا بول پڑی۔ ''تمہاری آپس کی باتیں نہیں سمجھ سکتی۔''

''کیا مسٹر ڈیل کو تمہاری یہاں موجودگی کا علم ہے۔'' فریدی نے سوال کیا۔

''نہیں.....ضروری نہیں۔'' اُس نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''یہ تمہیں کہاں ملی تھی۔'' فریدی حمید کی طرف متوجہ ہوا۔

''البرٹو میں۔''

''کیا تم نے اس کا تعاقب کیا تھا۔'' فریدی کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

''ہاں.....اس سلسلے میں قصوروار ہوں۔''

''میں تم سے تنگ آ گیا ہوں۔''

''کچھ قصور اس کا بھی ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''یہ مجھے اتنی اچھی کیوں لگتی ہے۔''

''حمید.....!''

گفتگو انگریزی میں ہورہی تھی اور کلارا کے چہرے پر کچھ اس قسم کے تاثرات پائے جاتے تھے جیسے اس پر اس کا کوئی اثر نہ ہو۔

حمید کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بول پڑی۔''میں اپنی خوشی سے یہاں آئی ہوں۔تبدیلی چاہتی ہوں۔''

حمید نے ٹکڑا لگایا۔''اور یہاں چاروں طرف تبدیلی ہی تبدیلی ہے۔''

''تبدیلی.....!''فریدی مسکرایا۔''تبدیلی زندگی کو آگے بڑھاتی ہے۔''

''ہم زندگی کو سرپٹ دوڑائیں گے۔''حمید سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''لیکن صرف ماحول کی تبدیلی سے کچھ نہیں ہوتا.....حمید چوکیدار کہاں ہے۔''

''وہ ہمارے لئے ناشتہ تیار کررہا ہوگا۔''

''جاؤ.....تم بھی اُس کی مدد کرو۔''

حمید نے طویل سانس لی اور دوسرے کمرے میں داخل ہوکر دروازہ بند کردیا۔

اور اب وہ نہایت اطمینان سے قفل کے سوراخ کے ذریعہ اُس کمرے کا جائزہ لے سکتا تھا۔لیکن اُس نے سوچا شائد اُن دونوں کی آوازیں واضح طور پر نہ سن سکے۔

فریدی کچھ کہہ رہا تھا۔اُس کی آواز تو سنائی دے رہی تھی لیکن الفاظ حمید کے کانوں تک نہیں پہنچ رہے تھے۔کلارا بڑی سنجیدگی سے سر ہلا ہلا کر سن رہی تھی۔پھر حمید نے اُسے ہنستے دیکھا۔فریدی بھی مسکرا رہا تھا۔

اب وہ بھی کچھ کہہ رہی تھی اور فریدی بڑے سکون سے سن رہا تھا۔

کچھ دیر بعد فریدی اٹھ گیا اور اسی دروازے کی طرف بڑھا۔

اس کی بعد اُن دونوں کی ملاقات کچن میں ہوئی۔فریدی نے چوکیدار کو بیچ ہوٹل سے کچھ چیزیں لانے کے لئے بھیج دیا اور حمید سے بولا۔''وہ سونے گئی ہے فی الحال ناشتہ نہیں کرے گی۔میں جارہا ہوں۔''

''دیکھئے میں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ بہت سی عورتیں ہوں.....بس ایک ہی کافی ہے۔''

حمید سعادت مندانہ لہجے میں بولا۔

''موقع محل دیکھا کرو۔'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

''فرمائیے.....سن رہا ہوں۔'' حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

''میں جا رہا ہوں۔تم بھی یہاں نہیں ٹھہرو گے۔ برابر والے ہٹ کی کنجی یہ رہی۔'' اُس نے جیب سے پرس نکال کر اس میں سے ایک کنجی نکالی۔

''برابر والے ہٹ کی کنجی۔'' حمید نے اُس سے کنجی لیتے وقت متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''ہاں.....آں.....وہاں ایک فون بھی ہے اور یہاں کے فون سے منسلک ہے۔ اس ہٹ کے فون پر کی جانے والی گفتگو تم اُس فون پر سن سکو گے۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا۔''

''میں نے کارا سے کہہ دیا ہے اُسے اور روزا کو شام تک تنہا رہنا پڑے گا۔ کیونکہ ہم دونوں شام سے پہلے یہاں نہ پہنچ سکیں گے۔''

''لیکن اس کا مقصد کیا ہے۔''

''تمہیں دیکھنا ہے کہ وہ فون پر کسی سے رابطہ تو نہیں قائم کرتی۔''

''سمجھا۔''

''اتنے سینڈوچز اپنے لئے بنالو کہ شام تک کے لئے کافی ہوں۔''

''آخر ان ہٹوں کی ٹیلی فون لائین ایک ہی کیوں ہے۔''

''دوسرا ہٹ بھی میرا ہے.....اس لئے۔'' فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''اور میں آج تک اس سے لاعلم رہا۔''

''بہت محدود ہے تمہارا علم۔''

''آپ کرنا کیا چاہتے ہیں۔''

''بس دیکھتے جاؤ۔''

فریدی کے چلے جانے کے بعد حمید نے اُس کمرے میں جھانکا جہاں وہ دونوں سو رہی تھیں۔

فریدی نے اُسے بتایا تھا کہ کلارا نے نیند ہی سے مجبور ہو کر ناشتہ ملتوی کر دیا تھا۔

لیکن وہ اُسے بستر پر جاگتی ہوئی نظر آئی۔ چت لیٹی تھی اور آنکھیں چھت سے لگی ہوئی تھیں۔ حمید چپ چاپ ہٹ سے باہر آ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ برابر والے ہٹ میں ٹہل ٹہل کر اپنی نیند بھگانے کی کوشش کر رہا تھا پچھلی رات جاگتا ہی رہا تھا لہٰذا اس وقت ناشتہ کر لینے کے بعد مزید جاگتے رہنا کچھ دشوار ہی سا لگ رہا تھا لیکن بہرحال اُسے بیدار رہ کر فریدی کے احکامات کے مطابق کام کرنا تھا۔ وہ اُس کمرے میں ٹہلتا رہا جہاں فون رکھا تھا۔

تقریباً دس بجے فون کی گھنٹی اس طرح بجنے لگی جیسے اُسی لائن کے کسی دوسرے انسٹرومنٹ پر کہیں اور کے نمبر ڈائیل کئے جا رہے ہوں۔ گھنٹی کی آواز سنتے ہی حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔

ایک مردانہ آواز آئی۔ ''ہیلو.....!''

''کلارا اسپیکنگ.....!'' یہ کلارا ہی کی آواز تھی۔

''کہاں سے بول رہی ہو۔'' مردانہ آواز۔

''ایگل بیچ سے۔ میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ دونوں کے رومال میں نے اڑا دیئے ہیں۔''

''بہت خوب.....تو پھر آ جاؤ۔''

حمید نے جواب میں کلارا کی ہنسی سنی۔ پھر وہ دوسری طرف سے بولنے والے کو پچھلی رات کی روداد سنانے لگی تھی۔ اس کے بعد اُس نے بتایا کہ کس طرح فریدی بھی روزا کے ساتھ وہیں آ پہنچا تھا۔

''تم تو بہت اچھی رہیں۔'' مردانہ آواز۔

''لیکن روزا کو کیا ہوا ہے۔''

''اُسے عرصہ تک یاد نہ آ سکے گا کہ وہ کون ہے اور کیا ہے؟''

''برین واشنگ۔''

''ہاں.....تم جلد سے جلد پہنچنے کی کوشش کرو۔''

''میرا خیال ہے کہ میں اُن لوگوں کو اُلو بنانے میں کامیاب ہوگئی ہوں۔فریدی مجھ سے کہہ رہا تھا کہ محض ماحول کی تبدیلی سے کام نہیں چلتا۔آدمی کو چاہئے کہ خود کو بدلنے کی کوشش کرے۔لہٰذا وہ میرے لئے اپنے یہاں کی عورتوں کا سا لباس اور نقاب فراہم کرنے گیا ہے۔ کیا کہتے ہیں اُسے برقعہ.....برقعہ۔''

''فضولیات میں نہ پڑو۔'' مردانہ آواز آئی۔''بہت احتیاط سے نکل آؤ۔تفریح کے لئے پوری زندگی پڑی ہے۔رومال مجھ تک جلد پہنچنے چاہئیں۔''

پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا۔

اب وہ بڑی تیزی سے اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔سچ مچ اُس کا رومال غائب تھا۔

یہ کیا چکر ہے۔خصوصیت سے اُس نے رومالوں کے تذکرے کے ساتھ کسی کو اپنی کامیابی کی اطلاع دی تھی۔گویا کامیابی یہی تھی کہ اُس نے اُن دونوں کے رومال اڑا دیئے۔

عجیب سی وحشت حمید کے ذہن پر طاری ہوگئی۔فریدی نے فوری رابطہ قائم کرنے کے لئے اُسے نمبر دیئے تھے اور کہا تھا کہ کسی دوسرے فون پر انہیں آزمایا جائے۔

حمید چھپتا چھپاتا اُس ہٹ سے نکلا اور بیچ ہوٹل کی طرف چل پڑا۔

کلارا بہ آسانی وہاں سے فرار ہوسکتی تھی کیونکہ اس کی گاڑی وہیں موجود تھی۔

پچھلی رات کلارا ہی کی گاڑی انہیں ایگل بیچ لائی تھی جسے کلارا خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی۔

بیچ ہوٹل پہنچ کر حمید نے بتائے ہوئے نمبر پر فریدی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اس نمبر سے اُسے دوسرا نمبر بتا دیا گیا۔اس طرح پانچویں نمبر پر اُس سے ملاقات ہوسکی تھی۔

حمید نے اُسے کلارا کی فون کال کے بارے میں بتاتے ہوئے پوچھا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔

''اُس وقت تک ہٹ میں نہ جانا جب تک کہ کلارا وہاں سے نہ چلی جائے۔دوسرے ہٹ میں رہ کر تم بہ آسانی اُسے جاتے دیکھ سکو گے۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''اُس کے بعد۔''

''روزا کی دیکھ بھال تمہارے ذمہ ہوگی۔میرا خیال غلط نہیں تھا کہ اُس کی برین واشنگ

کی گئی ہے۔''

''میرا برین بھی عنقریب کھوپڑی کے باہر ہونے والا ہے۔''

''کیوں تمہیں کیا تکلیف ہے۔''

''پچھلی رات سے اب تک جاگ رہا ہوں۔''

''کیا پریشانی ہے.....ایگل بیچ کا رخ تم نے اسی لئے کیا تھا کہ جب اختر شماری کا موقع ہاتھ سے نکل جائے تو سمندر کی لہریں گن سکو۔''

''اور کچھ.....؟'' حمید نے جھنجھلا کر پوچھا۔

''بس اتنا ہی کافی ہے۔''

حمید نے سلسلہ منقطع کر کے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

آشا بلڈنگ کی اوپری منزل کے زینے ہمیشہ کی طرح آج بھی تاریک تھے اور وہ بڑے اطمینان سے ایک ایک زینہ طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔ سرتا پا سیاہ پوش..... چہرے پر بھی سیاہ غلاف تھا جس میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے۔

آشا بلڈنگ بڑی پرانی عمارت تھی۔ باہر سے دیکھنے میں خستہ حال نظر آتی تھی لیکن اندر سے اس کے فلیٹوں کی سجاوٹ قابل دید تھی۔ یہاں زیادہ تر شہر کے متمول تاجر آباد تھے۔

اس وقت پوری عمارت سناٹے اور تاریکی میں گم تھی۔ کہیں کہیں کسی کھڑکی یا روشندان سے گہری نیلی روشنی جھانکتی نظر آتی اور اپنے گرد پھیلے ہوئے اندھیرے میں مدغم سی ہوتی محسوس ہوتی۔

عمارت کا مالک بھی یہیں ایک فلیٹ میں رہتا تھا۔ بے حد کنجوس تھا۔ دس بجے کے بعد

راہداریوں کی روشنیاں گل کرادیتا تھا۔ حتیٰ کہ زینے بھی تاریک رہتے تھے۔ کرایہ دار اُس کے چڑچڑے پن کی وجہ سے خاموش ہی رہتے۔ صاف صاف کہہ دیتا تھا ان سے کہ اگر انہیں وہاں تکلیف ہے تو فلیٹ چھوڑ دیں۔

بہر حال نصف شب کے بعد وہاں اُلو بولنے لگتے تھے اور وہاں کی تاریک راہداریوں میں ایک تو کیا دس ایسے سیاہ پوش چکراتے پھرتے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔

سیاہ پوش نے دیو پیکر آدمی کے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور بہ آہستگی اندر داخل ہوگیا۔ یہ کمرہ تاریک پڑا تھا۔ لیکن دوسرے کمرے کے دروازے کے شیشے روشن نظر آرہے تھے۔ اُس نے شیشوں سے جھانک کر دیکھا۔ دیو پیکر آدمی کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے۔

سیاہ پوش نے جھٹکے کے ساتھ دروازہ کھولا۔ ساتھ ہی ہولسٹر سے اُس کا عجیب وضع والا پستول بھی نکل آیا تھا۔ دیو پیکر ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔

''تم کچھ پریشان سے نظر آرہے ہو۔'' سیاہ پوش نے نرم لہجے میں کہا۔

دیو پیکر آدمی خاموش کھڑا تھا اور اس کی نظر پستول والے ہاتھ کی طرف تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس سے وہ سوال پستول ہی نے کیا ہو اور وہ سوچ رہا ہو کہ اُسے کیا جواب دینا چاہئے۔

''تم کیا سوچ رہے ہو۔'' سیاہ پوش نے پوچھا اور جیب سے ایک ڈبہ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے پاس وقت کم ہے۔''

''تو پھر.....!'' دیو پیکر آدمی غرایا۔

''مجھے چابک نکالنے پر مجبور نہ کرو..... چپ چاپ جلدی سے انجکشن لے لو۔''

''ناممکن..... اتنی جلدی میں دوبارہ اس اذیت کے لئے تیار نہیں ہوں۔''

''بھوکا مرجائے گا۔''

''پرواہ نہیں..... میں تنگ آ گیا ہوں اس زندگی سے۔ پتہ نہیں تم مجھ سے کون سا کام لے رہے ہو۔ انجکشن لینے کے بعد اور اس کا اثر زائل ہونے کے وقفے میں مجھے ہوش نہیں

رہتا۔ مجھے کچھ یاد نہیں رہتا کہ میں نے اس وقفے میں کیا کیا۔''

''یہ دیکھنا اور تمہاری حفاظت کرنا میرا کام ہے۔ تم آج اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن انجکشن لینے کے بعد والی اذیت مجھے ہر وقت یاد رہتی ہے۔''

''تو پھر اُس سے بھی بڑی اذیت کے لئے تیار ہو جاؤ۔'' اُس نے پستول کو جنبش دے کر کہا اور ٹھیک اُسی وقت دیو پیکر آدمی نے اس پر چھلانگ لگا دی لیکن سیاہ پوش حیرت انگیز پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ دیو پیکر اپنے ہی زور میں دھڑام سے فرش پر آ رہا۔

پھر وہ دوبارہ سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ پستول کی نال سے گہرے سرخ رنگ کی پھلجھڑیاں سی چھوٹ کر اس کے جسم سے ٹکرائیں اور وہ کسی زخمی بھینسے کی طرح ڈکرانے لگا۔ ساتھ ہی وہ تڑپے بھی جا رہا تھا ایسا لگتا تھا جیسے اعصاب پر قابو ہی نہ ہو کہ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتا۔

''چیخے جاؤ..... میں نے اسی دن کے لئے اس فلیٹ کو ساؤنڈ پروف کرایا تھا۔'' سیاہ پوش ہنس کر بولا۔

''معاف کر دو..... معاف کر دو..... اب یہ نہ کرنا..... میں انجکشن لے لوں گا۔'' وہ اُسی طرح تڑپتا ہوا چیخا۔

اس وقت سیاہ پوش اسی دروازے کے قریب کھڑا تھا جس سے داخل ہوا تھا۔ اُس کی تمام تر توجہ دیو پیکر آدمی کی طرف تھی۔

دفعتاً وہ دروازہ تھوڑا سا کھلا۔ ہلکی سی آواز بھی نہ ہوئی اور ایک ہاتھ دروازے سے نکل کر سیاہ پوش کے پستول پر پڑا۔

پھر دروازہ زوردار جھٹکے کے ساتھ پورا کھل گیا تھا اور سیاہ پوش اس سے ٹکرا کر اپنا توازن نہ برقرار رکھ سکا تھا۔

جیسے ہی وہ فرش پر گرا کمرے میں داخل ہونے والے نے اپنے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

یہ کرنل فریدی تھا۔ اُس نے اس کا پستول جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے ہی بیان کے مطابق یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے اور نہ ہوتا تب بھی کیا فرق پڑتا۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ

میرے ریوالور میں سائیلنسر لگا ہوا ہے۔''

سیاہ پوش فرش پر چت پڑا تھا اور اس کی سرخ سرخ آنکھیں فریدی کو گھورے جا رہی تھیں۔

دوسری طرف دیو پیکر آدمی کی چیخیں تھم گئی تھیں اور وہ فرش ہی پر پڑا حیرت سے آنکھیں پھاڑے فریدی کی طرف نگران تھا۔

''تم دونوں پولیس کی حراست میں ہو۔'' فریدی بولا۔

''آخر کیوں.....؟'' نقاب پوش غرایا۔ اُس نے اٹھنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن فریدی نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔ ''یہ حرکت بھی تمہیں دوسری دنیا میں پہنچا دینے کے لئے کافی ہوگی۔ چپ چاپ پڑے رہو۔''

''یہ کون ہے باس۔'' دفعتاً دیو پیکر آدمی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''یہ جو کوئی بھی ہو.....اگر نکل گیا تو۔''

''تو کیا ہوگا باس.....!''

''تم پھانسی کے تختے پر نظر آؤ گے۔''

''کیوں؟ میں نے کیا کیا ہے۔''

''فضول باتوں میں نہ پڑو.....اس سے ریوالور چھین لو۔''

فریدی اُن کی گفتگو پر اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے دو ننھے بچے آپس میں لاف و گزاف کر رہے ہوں۔

''اے مسٹر۔'' دفعتاً دیو پیکر نے فریدی کو مخاطب کیا۔ ''میرے مکان میں پولیس کا کیا کام۔''

''تمہارے مکان میں اس آدمی کا کیا کام۔'' فریدی نے ریوالور کی نال سے سیاہ پوش کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ.....یہ.....میرا مالک.....میرا باس۔''

''لیکن تم آج تک اس کی شکل نہیں دیکھ سکے۔''

''نہیں.....ضرورت بھی کیا ہے شکل دیکھنے کی۔ روٹی ہاتھوں سے ملتی ہے شکل سے نہیں۔''

''تم کب سے ملازم ہو اس کے۔'' فریدی نے پوچھا اور پھر دفعتاً سیاہ پوش کو بھی للکارا جو اُسے اپنی طرف غیر متوجہ سمجھ کر اٹھ بیٹھنے کی فکر میں تھا۔

''یقین کرو دوست..... اگر تم بے حس و حرکت نہ پڑے رہے تو تمہارے چہرے کے غلاف پر تیسرا سوراخ بھی نمودار ہو سکتا ہے۔''

کوئی کچھ نہ بولا۔ کئی لمحے خاموشی سے گزرے..... پھر فریدی نے دیو قامت آدمی کو مخاطب کیا۔

''تم کچھ دیر پہلے کسی انجکشن کا ذکر کر رہے تھے؟''

''ہاں..... آں.....!'' یک بیک وہ ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی اختیار کر کے غصیلے لہجے میں بولا۔ ''وہ انجکشن میرے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیتا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ میز پر رکھے ہوئے سیاہ ڈبے میں انجکشن ہی کا سامان ہے۔''

''ہاں.....!'' دیو پیکر آدمی نے طویل جماہی لی۔

''تو پھر کیا تم اپنے باس کو سبق نہ دو گے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''آج تم اسے انجکشن دے سکتے ہو..... اگر مزاحمت کرے گا تو گولی مار دوں گا۔''

''تم آخر ہو کون۔''

''ایسے کالے چوروں کے پیچھے کون لگ سکتا ہے۔ اب جلدی کرو..... میرے پاس وقت کم ہے۔''

''میں بھوکا نہیں مر سکتا۔'' دیو پیکر آدمی بولا۔ ''مجھے کہیں ملازمت بھی نہیں ملتی۔ اس تن و توش میں کوئی بھی مجھے اچھا سمجھنے پر تیار نہیں ہوتا۔''

''اگر تم بہت طاقتور ہو تو تمہاری کفالت میں کر سکتا ہوں۔''

''میں بہت طاقتور ہوں..... دس سال سرکس میں کام کیا ہے۔''

''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنے طاقتور ہو۔ اپنے باس کا چہرہ مجھے دکھاؤ۔''

''جس نے بھی مجھے ہاتھ لگانے کی کوشش کی موت کے گھاٹ اُتر جائے گا۔'' سیاہ پوش غرایا۔اس کی آنکھوں کی سرخی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔

''میں جانتا ہوں۔'' فریدی سر ہلا کر بولا۔''تمہارے پاس کیا کچھ ہوسکتا ہے۔''

''اگر کسی نے مجھے پکڑنا بھی چاہا تو.....'' جملہ پورا کئے بغیر اُس نے قہقہہ لگایا۔

بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے بے خبری میں زبان سے نکل جانے والی کسی بات کو اس قہقہے کی آڑ میں گھوٹ گیا ہو۔

دیو پیکر آدمی اٹھ بیٹھا تھا اور سیاہ پوش کو اس طرح گھورے جا رہا تھا جیسے اُس پر چھلانگ لگانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

''ٹھہرو.....!'' فریدی بایاں ہاتھ اٹھا کر بولا۔''اس کے قریب بھی مت جانا۔''

''کیوں.....؟'' وہ بھاڑ سا منہ کھول کر فریدی کی طرف مڑا۔

''اس کی دھمکی غلط نہیں ہوسکتی۔اگر کسی نے بھی اسے ہاتھ لگایا تو وہ دوسری سانس نہ لے سکے گا۔''

''پھر میں کیا کروں.....؟''

''جہاں ہو وہیں بیٹھے رہو۔''

''تم آخر ہو کون.....؟''

''تمہیں بتایا جا چکا ہے کہ اس وقت تم دونوں پولیس کی حراست میں ہو۔''

''آخر کیوں.....؟''

''تم نے آج تک اپنے باس کی شکل نہیں دیکھی .....آخر کیوں۔''

''وہی جانے میں کیا جانوں؟''

''محض اسلئے نہیں دیکھ سکے کہ وہ تم سے تمہاری لاعلمی میں کوئی غیر قانونی کام لیتا رہا ہے۔''

''مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے کبھی کوئی غیر قانونی کام کیا ہو۔''

''اچھی بات ہے تم مجھے اس انجکشن کے بارے میں بتاؤ جس کا تذکرہ ابھی تمہارا باس

کر رہا تھا۔ اوہ.... تم نے پھر حرکت کی..... لیٹے رہو ورنہ سچ مچ فائر کر دوں گا۔''

لیکن سیاہ پوش اُس کی دھمکی کی پرواہ کئے بغیر اٹھ کھڑا ہوا۔ فریدی نے بڑی پھرتی سے اُس کے بائیں پیر پر فائر کیا۔ لیکن ایسا محسوس ہوا جیسے گولی کسی ٹھوس چیز سے ٹکرا کر مخالف سمت میں جا پڑی ہو۔

اور نقاب پوش نے آگے بڑھنے کے لئے وہی پیر اٹھایا جس پر فریدی نے فائر کیا تھا۔

پھر اگر فریدی نے ایک لمحہ بھی ضائع کیا ہوتا تو اُس کی خیر نہیں تھی۔ کیونکہ سیاہ پوش نے اس پر چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن اس سے پہلے خود اس کا پستول فریدی کے جیب سے نکل آیا تھا۔

ٹریگر دبتے ہی اُس کی نال سے پھلجھڑیاں سی چھوٹیں..... سیاہ پوش چنگھاڑتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اب وہ بھی دیو پیکر آدمی ہی کی طرح فرش پر تڑپ رہا تھا۔

دیو پیکر نے قہقہہ لگایا۔ ہنستا رہا..... اور اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

''یہ..... یہ تم نے..... بہت اچھا کیا..... بہت اچھا..... کیا..... کیوں باس اب کیا حال ہے۔''

سیاہ پوش کسی تازہ ذبح کئے ہوئے مرغ کی طرح تڑپتا اور قلابازیاں کھاتا رہا۔

اسی عالم میں اُس نے اپنا سیاہ چغہ اتار پھینکا۔ چہرے پر چڑھے ہوئے غلاف کو بھی نوچ ڈالا۔

''اُوہ..... تو یہ تم ہو..... مسٹر ڈیل..... مگر میں اس عالم میں بھی تمہاری اداکارانہ صلاحیتوں کا اعتراف ضرور کروں گا۔'' فریدی نے کہا۔ ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ ''تم اردو کسی اہل زبان ہی کی طرح بول سکتے ہو..... خود ہی کلارا کو اردو پڑھائی ہوتی۔ ٹیوٹر کی تلاش کیوں تھی تمہیں۔''

وہ بدستور چیختا، کراہتا اور تڑپتا رہا..... اُس نے سارے جسم پر فولادی بلٹ پروف چڑھا رکھے تھے۔

''بچاؤ..... بچاؤ.....!'' وہ حلق پھاڑتا رہا۔ ''میرے بلٹ پروف اتار دو..... اُتار دو..... خدا کے لئے..... ورنہ میں کباب ہو جاؤں گا۔''

''میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ تم پر ایک فائر کروں تمہارے پستول سے۔'' فریدی ہنس کر بولا۔

''نہیں.....نہیں.....!'' وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر حلق کے بل چیخا۔

''لیکن کچھ دیر پہلے تم نے وارننگ دی تھی تمہارے جسم میں ہاتھ لگانے والا زندہ نہیں رہے گا۔''

''جھوٹ تھا.....بچاؤ.....بچاؤ.....بچاؤغ.....غرر غرر غرٹ.....!''

اور پھر وہ ایک دم ساکت ہو گیا۔

فریدی متحیرانہ انداز میں اُس کی طرف جھپٹا۔ ساتھ ہی اُس نے محسوس کیا کہ دیو پیکر آدمی دروازے کی طرف بڑھ رہا ہے۔

''ٹھہر جاؤ۔'' وہ اُس کی طرف مڑ کر بولا۔

لیکن ایسا لگتا تھا جیسے اُس نے فریدی کی للکار سنی ہی نہ ہو۔ دروازے کے ہینڈل پر اس کا ہاتھ پہنچا ہی تھا کہ فریدی نے بڑی پھرتی سے پستول جیب میں ڈالا اور جھپٹ کر اُس کی کمر تھام لی۔ پھر اس زور سے جھٹکا دیا کہ وہ دروازے کے قریب سے جھٹک کر کمرے کے وسط میں چلا آیا۔

''طاقت دکھا رہے ہو مجھے۔'' وہ فریدی کو گھورتا ہوا غرایا۔

''میں نے کہہ دیا تھا تم سے کہ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھے رہو۔''

''روک لو.....اگر روک سکتے بنے۔''

فریدی نے پھر سیاہ پوش والا پستول نکال لیا اور بولا۔ ''میں نہیں جانتا کہ دوسری بار تم پر اس کا استعمال تمہیں کہاں پہنچائے گا۔''

''نہیں.....!'' وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر خوفزدہ انداز میں چیخا۔ ''یہ نہیں۔''

''تو پھر سکون سے بیٹھے رہو۔''

وہ ہانپتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

فریدی ڈیل کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ اب بھی پہلے ہی کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

''دیکھو یہ زندہ ہے یا مر گیا۔'' فریدی نے دیو پیکر آدمی سے کہا۔

وہ اٹھا اور اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ جھک جھک کر اُس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''مم..... مسٹر..... یہ تو انگریز معلوم ہوتا ہے۔'' وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

''زندہ ہے..... یا مر گیا۔''

اُس نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ہلانے جلانے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

''مسٹر یہ تو پتھر ہو چکا ہے۔ جسم اکڑ گیا ہے..... تم نے کیا کیا اس کے ساتھ۔''

''صرف ایک بار استعمال کیا تھا یہ پستول..... تم دیکھ ہی رہے تھے۔''

''لیکن یہ تو مر چکا ہے۔''

''ہوگی کوئی وجہ..... تم خاموشی سے پھر اپنی جگہ جا بیٹھو۔''

اس نے چپ چاپ تعمیل کی اور اب فریدی کی توجہ کا مرکز بھی صرف وہی تھا۔

''اب مجھے اُس انجکشن کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔'' اُس نے کہا۔

''وہ اُس ڈبے میں۔'' دیو پیکر نے میز پر رکھے ہوئے ڈبے کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔ ''خود دیکھ لو..... میں اس کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ اس کے لگنے کے بعد کم از کم چوبیس گھنٹے بیہوش رہتا ہوں۔''

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ ''پچھلی رات اُس نے کہا تھا کہ یہ انجکشن لگنے کے بعد تم کسی شکاری کتے کی طرح ذکی الحس ہو جاتے ہو۔''

''اوہ.....!'' فریدی کی نظر اس کے چہرے سے ہٹ کر ڈیل کے سیاہ لبادے پر جا رکی اور پھر وہ تیزی سے اُس کی طرف بڑھا۔

اُسے اٹھا کر دیکھنے لگا۔ دونوں جانب دو جیبیں تھیں۔ ان میں خاصا وزن معلوم ہوتا تھا۔ جیبوں سے دو مزید ڈبے برآمد ہوئے۔ یہ کسی وزنی دھات کے بنے ہوئے تھے۔

فریدی نے ایک ایک کر کے انہیں کھولا۔ ہر ڈبے میں صرف ایک تہہ کیا ہوا رومال رکھا نظر آیا۔ اُس نے اپنا رومال پہچان لیا اور دوسرا یقینی طور پر حمید کا رہا ہوگا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی اور دیو پیکر آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔

جس دن کلارا ایگل بیچ والے ہٹ سے غائب ہوئی تھی حمید اور فریدی کی شکل نہیں دکھائی دی تھی۔ پھر شام تک حمید ایگل بیچ والے ہٹ میں روزا کی دیکھ بھال کرتا رہا تھا۔

سورج غروب ہونے سے پہلے ہی فریدی کی کال آئی تھی۔ اُس نے حمید کو ہدایت دی تھی کہ وہ ٹھیک سات بجے ایگل بیچ والا ہٹ چھوڑ دے۔ روزا دوسروں کی نگرانی میں دی جارہی ہے۔

حمید نے وہاں سے ایک ٹیکسی پکڑی تھی اور سیدھا گھر پہنچا تھا۔

نیند کے مارے ذہن کی وہ حالت ہورہی تھی کہ ہزاروں روزاؤں اور لاکھوں کلاراؤں کو روندتا کچلتا ہوا اپنے بستر تک جا پہنچا۔

ساری رات گھوڑے بیچ کر سویا تھا اور دوسری صبح آنکھ کھلتے ہی گدھوں کی طرح کلارا کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ وہ کہاں گئی۔ اُن دونوں کے رومال کیوں لے گئی تھی۔ گویا وہ صرف رومال ہی اڑا دینے کی تاک میں وہاں تک چلی آئی تھی۔

اونہہ..... جہنم میں جائے۔ اُس نے سوچا اور کاندھے پر تولیہ ڈال کر غسل خانے میں جا گھسا۔

ناشتے کے بعد پھر طبیعت بھاری ہوگئی تھی۔ لہٰذا سارجنٹ رمیش کو فون پر اطلاع دینے کے بعد کہ وہ آفس نہ پہنچ سکے گا پھر خواب گاہ میں جا گھسا۔ کبھی سوتا..... کبھی جاگتا..... اور کبھی صرف اونگھتا رہتا۔ ایک بار فون کی گھنٹی نے جگایا۔ پھر اس کے بعد سونا نصیب نہ ہوا کیونکہ وہ کلارا کی کال تھی اور وہ اُسے فوری طور پر ہوٹل ڈی فرانس میں طلب کررہی تھی۔

حمید نے تابڑ توڑ تیاری کی اور گیراج سے لنکن نکال کر ہوٹل ڈی فرانس کی طرف روانہ ہوگیا۔ فریدی خود غائب تھا لیکن گاڑی گیراج ہی میں موجود تھی۔

کلارا بھی لان ہی پر ٹہلتی مل گئی۔ اُس نے بڑے پر جوش انداز میں حمید کا استقبال کیا تھا۔

''ہیلو کیپٹن..... تم مجھ سے ضرور ناراض ہو گئے ہو گے۔''

''کس بات پر۔''

'میں اُس دن تمہیں بتائے بغیر ایگل بیچ سے چلی آئی تھی۔ مگر تم تھے ہی کہاں اُس وقت..... تمہاری عدم موجودگی ہی نے مجھے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا اور میں بھاگ نکلی تھی۔''

''کوئی بات نہیں..... اب کیا حکم ہے خادم کے لئے۔''

''میں بہت پریشان ہوں کیپٹن..... دو دن سے میرے ڈیڈی لاپتہ ہیں۔''

''لاپتہ ہیں..... کیا مطلب.....؟''

''پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ میرے علم میں لائے بغیر اس طرح غائب رہے ہوں۔ میری مدد کرو..... میں بہت پریشان ہوں۔''

''سفارت خانے کی طرف سے اُن کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی گئی ہے یا نہیں۔''

''نہیں..... میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔''

''اپنے سفیر کو تو اطلاع دے ہی دی ہو گی۔''

''نہیں ابھی یہ بھی نہیں کیا گیا۔'' کلارا نے طویل سانس لے کر کہا۔ پل بھر خاموشی رہی پھر بولی۔ ''مجھے تم پر اعتماد ہے..... تم ایک اچھے دوست ثابت ہوئے ہو۔''

''شکریہ۔''

''میں تمہیں ایک جگہ لے چلنا چاہتی ہوں..... ڈیڈی ایک بُری عورت کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ وہ ایک اطالوی رقاصہ ہے..... وہاں دیکھ لینے کے بعد ہی میں پولیس یا سفارت خانے کو ان کی گمشدگی کی اطلاع دے سکوں گی۔''

حمید نے چند لمحے پر تفکر انداز میں اپنی گردن سہلائی پھر بولا۔ ''میں تیار ہوں ہر قسم کی مدد کے لئے۔''

کلارا اپنی گاڑی نہیں لائی تھی اس لئے یہ سفر لنکن کے ذریعہ شروع ہوا۔ کلارا اُس کے

پاس اگلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔

''میں یہاں کی سڑکوں کے نام سے بخوبی واقف نہیں ہوں۔'' کلارا نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔''بس دائیں بائیں کہتی رہوں گی۔ فی الحال سیدھے ہی چلو۔''

حمید مطمئن تھا کہ فریدی حسب عادت اُس کی اور کلارا کی نگرانی کرار ہا ہوگا۔ ماضی میں ایسا ہوا تھا۔وہ خود یک بیک غائب ہوجاتا اور حمید کو قربانی کا بکرا بنا کر مجرموں کو رنگے ہاتھوں پکڑنے کی کوشش کرتا۔''

لاپروائی ظاہر کرنے کے لئے حمید نے گنگنانا بھی شروع کر دیا۔

گاڑی کچھ دیر بعد شہر کے باہر نکل آئی اور جیسے ہی ایک کراسنگ پر پہنچی بائیں جانب سے آتی ہوئی ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی بند گاڑی اس طرح رکی کہ حمید کو بھی بریک لگانے پڑے۔ اُس کا ڈرائیور اپنی سیٹ سے کود کر گالیاں بکتا ہوا لنکن کی طرف جھپٹا۔

''کیا بکواس کر رہا ہے غلطی تیری ہے۔'' حمید غرایا۔

''باہر نکلو تو بتاؤں۔''

''پیچھے ہٹتا ہے یا.....!''

دفعتاً اُسی سیاہ گاڑی سے ایک لحیم شحیم آدمی بھی کودا اور کلارا والی سائیڈ میں آ کھڑا ہوا۔

اب حمید کا ہاتھ بے ساختہ ہولسٹر پر جانا چاہئے تھا۔لیکن وہ ایسا نہ کر سکا کیونکہ اُس کی سائیڈ پر کھڑے ہوئے آدمی نے اُس کی توجہ ہٹتے ہی اُس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے تھے۔ اُس نے جدوجہد کرنی چاہی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ فولادی پنجے رہے ہوں جن کے دباؤ سے کلائی کی ہڈیاں چٹختی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔

حمید کو اس زور کا طیش آیا تھا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اُس آدمی کے ٹکڑے اڑا دینے پر تل گیا تھا۔اسی حالت میں وہ کھڑکی سے باہر کھینچ لیا گیا۔

اور پھر اُسے ہوش نہیں رہ گیا کہ کس طرح وہ اُس بند گاڑی میں پہنچا تھا۔کلارا بھی تھی اور ایک دیوپیکر آدمی جس کے چہرے سے درندگی ٹپک رہی تھی۔وہ غالباً ان دونوں کی نگرانی کر رہا تھا۔

حمید نے محسوس کیا کہ اس دوران میں اس کا بغلی ہولسٹر بھی خالی ہو چکا ہے۔ دفعتاً اُس نے کلارا کی آواز سنی اور بھونچکا رہ گیا کیونکہ وہ بہت صاف اور شستہ اردو میں اُس لحیم شحیم آدمی سے کہہ رہی تھی۔ ''کہیں تو پاگل تو نہیں ہو گیا۔ یہ کیا حرکت تھی۔''

''ہائیں..... تم تو بڑی اچھی اردو بول سکتی ہو۔'' حمید اُس آدمی کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بول پڑا۔ لیکن وہ حمید کی طرف دھیان دیئے بغیر اُس درندہ نما انسان کو گھورتی رہی۔

''باس کا حکم مسی..... اس وقت میں ہوش میں ہوں۔'' وہ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ڈیڈی کہاں ہیں۔''

''جہاں ہیں وہیں لے جا رہا ہوں۔''

حمید نے طویل سانس لی اور اس طرح منہ چلانے لگا جیسے دیدہ دانستہ کوئی بدمزہ چیز کھا گیا ہو۔ لیکن وہ مطمئن تھا کہ فریدی کی بلیک فورس یقینی طور پر جاگ رہی ہوگی۔

کلارا اب اُس سے بے توجہی برت رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کبھی کی جان پہچان ہی نہ ہو۔ حمید نے بھی بڑے اطمینان سے تمباکو کی پاؤچ نکالی اور پائپ بھرنے لگا۔

پھر شائد پندرہ یا بیس منٹ بعد گاڑی رکی تھی۔ اُس کا پچھلا دروازہ کھلا تھا اور ڈرائیور نے اُنہیں نیچے اُترنے کا حکم دیا تھا۔

وہ ایک کمرے میں پہنچائے گئے۔ حمید کو ایک سیاہ پوش نظر آیا جو دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ چہرے کے سیاہ غلاف سے صرف دو خونخوار آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

''یہ سب کیا ہے ڈیڈی۔'' کلارا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

''میں مجبور ہو گیا ہوں۔ کرنل فریدی کی قید میں ہوں۔'' سیاہ پوش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا مطلب.....؟''

''میرے..... میرے..... اعصاب جواب دے چکے ہیں۔ میں دیر تک بات نہیں

کر سکتا۔ اس نے وعدہ کیا ہے بات پھیلے گی نہیں...... تم اُسے سب کچھ بتا دو...... مم...... میری ......زز ......زبان اینٹھی جا رہی ہے۔ تمفر ریف...... رِیف ...... فرر فرر...... فرپ......!"

اور وہ خاموش ہو گیا۔ حمید نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بولا۔ "کلارا ڈیئر دیکھا تم نے...... تم لوگ ہمیں پس ماندہ سمجھتے ہو...... لیکن اب میرے چیف کی سائنس دیکھو۔"

"کیا ہوا ہے...... ڈیڈی تمہیں۔" کلارا اُس کی طرف بڑھی ہی تھی کہ بد زبان ڈرائیور نے جھپٹ کر اُس کا بازو پکڑ لیا۔

"مرنے کا ارادہ ہے۔" وہ کسی چڑچڑے آدمی کی طرح بولا۔

"ہاتھ لگایا تم نے اور اس زور کا الیکٹرک شاک لگے گا کہ ہڈیاں چور ہو جائیں گی۔"

حمید پھر ہنس پڑا۔ کلارا اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔

ڈرائیور نے کلارا کو دروازے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن تم فکر نہ کرو...... یہ مر نہیں سکتا۔"

وہ اُس کمرے سے نکل آئے۔ لحیم شحیم آدمی اُسی کمرے میں سیاہ پوش کے ساتھ رہ گیا تھا۔

وہ دوسرے کمرے میں لائے گئے۔ ڈرائیور انہیں وہاں بٹھا کر باہر چلا گیا۔ حمید خاموش تھا۔ معاملات ابھی تک اُس کی سمجھ سے باہر تھے۔ پندرہ یا بیس منٹ بعد فریدی کمرے میں داخل ہوا۔ بہت زیادہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اُس نے حمید کی طرف دیکھا تک نہیں۔

کلارا کے سامنے بیٹھتے ہوئے بیحد خشک لہجے میں بولا۔ "میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"کیا پوچھنا ہے۔" کلارا غرائی۔

"ناصر مرزا کی کیا پوزیشن ہے؟"

"کچھ بھی نہیں...... وہ صرف روزا کا میزبان تھا۔ روزا ہمارے ہی اسٹاف سے تعلق رکھتی ہے۔ ناصر مرزا کو اس کا علم نہیں اور یہ بھی غلط نہیں کہ وہ اس کے ایک دوست کی بیٹی ہے۔ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔"

"تم صرف میرے سوالات کے جواب دو گی۔"